علمی، فکری اور نظریاتی جدوجہد کا امین

نقیبِ طلبہ

اسلام آباد

NEWS LETTER

جلد نمبر 15 | نومبر، دسمبر 2022 | شمارہ نمبر 9

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرتی زندگی

سیدہ ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا

حالیہ سیلاب میں MSO کا کردار

یہی رخت سفر میر کارواں کے لیے

قمر الزمان چوھدری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الھند ایک عھد ساز شخصیت

عشق رسول ﷺ اور علامہ محمد اقبال

قائد اعظم ایک عبقری شخصیت

علمی فکری اور نظریاتی جدوجہد کا امین

نقیبِ طلبہ

اسلام آباد

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے

یومِ تاسیس

کے پرمسرت موقع
پر لا رھا ھے

خصوصی شمارہ

آپ اپنی تحاریر پندرہ نومبر تک میل یا واٹس ایپ کر سکتے ہیں

naqeebetalaba.isb@gmail.com
03114233952

ادارہ نقیبِ طلبہ

علمی فکری اور نظریاتی جدوجہد کا امین
نقیبِ طلبہ
اسلام آباد
News Letter
جلد نمبر 15 — نومبر دسمبر 2022 — شمارہ نمبر 9

چیف ایڈیٹر
ملک مظہر جاوید

ایڈیٹر
مولانا تنویر احمد اعوان

مجلسِ مشاورت
مولانا جہان یعقوب (ایڈیٹر اخبار المدارس کراچی)
مولانا عبدالقدوس محمدی (مذہبی سکالر)
خورشید ندیم (کالم نگار و اینکر PTV)
متین خالد (مصنف و مؤلف)
عبدالستار اعوان (صحافی و کالم نویس)
عظمت علی رحمانی (کالم نگار و صحافی)
خاور چوہدری (کالم نگار)
فیصل جاوید خان (صحافی)
وسیم عباس (ایڈیٹر لوح و قلم انٹرنیشنل)
غلام نبی مدنی (کالم نگار و صحافی)

مجلسِ ادارت
شہزاد احمد عباسی
دانش مراد
مولانا محمد احمد معاویہ
عبدالرؤف چوہدری

قانونی مشیر
نیاز اللہ خان نیازی
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

فہرست مضامین

	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
1	مینارہ نور (حمد و نعت)	ادارہ	1
2	اقبال و قائد کے خواب کی تعبیر	ادارہ	2
3	عشق رسول اور علامہ اقبال	طارق نعمان گڑنگی	3
4	حدیث حوض اور صحابہ پر طعن	عبداللہ مدنی	8
5	شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال	ام عمارہ، میانوالی	12
6	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرتی زندگی	سفیان علی فاروقی	16
7	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں کیے؟	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	19
8	قائد اعظم ایک عبقری شخصیت	گل اکرام ہزاروی	21
9	قمر الزمان چوہدری	سردار مظہر	23
10	شیخ الہند، ایک عہد ساز شخصیت	عبدالرؤف چوہدری	26
11	حضرت سعد کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ابو محمد انصاری	32
12	یہی رخت سفر میر کارواں کے لیے	میاں محمود الحسن	34
13	صحابہ پر کتب کا تعارف	ابن الحسن عباسی	36
14	سیلاب میں MSO کا کردار	راجہ وسیم صدیقی	38
15	سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا	مولانا محمد نافع	41
16	اور کارواں بنتا گیا!!!	ادارہ	44

سرکولیشن مینیجر عمر فاروق

قیمت فی شمارہ
-/60 روپے صرف

naqeebetalaba.isb@gmail.com
+92 311 4233952
@Naqeeb_tulaba

Disigned by: Shakir Online Designing Shop

درس قرآن

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بڑا مہربان ہے۔
(اے پیغمبر!) قسم ہے چڑھتے دن کی روشنی کی۔ (1) اور رات کی جب اس کا اندھیرا بیٹھ جائے۔ (2) کہ تمہارے پروردگار نے نہ تمہیں چھوڑا ہے، اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔ (3) اور یقیناً آگے آنے والے حالات تمہارے لیے پہلے حالات سے بہتر ہیں۔ (4) اور یقین جانو عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ (5) کیا اس نے تمہیں یتیم نہیں پایا تھا، پھر (تمہیں) ٹھکانا دیا۔ (6) اور تمہیں راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دکھایا۔ (7) اور تمہیں نادار پایا تو غنی کر دیا۔ (8) اب جو یتیم ہے، تم اس پر سختی مت کرنا، (9) اور جو سوال کرنے والا ہو، اسے جھڑکنا نہیں، (10) اور جو تمہارے پروردگار کی نعمت ہے، اس کا تذکرہ کرتے رہنا۔ (11)

(سورہ الضحیٰ، آسان ترجمہ قرآن)

درس حدیث

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے اور نہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک پیچ دار تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ موٹے بدن کے تھے اور نہ گول چہرے کے، البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرے میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک اور جوڑوں کی ہڈیاں بڑی تھیں، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تھے تو گویا کسی اونچی جگہ سے اتر رہے ہوں۔ حضرت علیؓ فرماتے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔

(شمائل ترمذی)

حمد باری تعالی

حمدِ باری مری زباں پر ہے
وجد طاری مری زباں پر ہے
دم بدم لا الہ الا اللہ
ذکر جاری مری زباں پر ہے
ہے تصور میں روضہ اطہر
نعت پیاری مری زباں پر ہے
نعت گوئی مرا شعار ہوئی
کس نے واری مری زباں پر ہے
ذکر پیاروں کا، چار یاروںؓ کا
باری باری مری زباں پر ہے
حرفِ مطلب ادا نہیں ہوتا
عرض بھاری مری زباں پر ہے
صبرِ جانکاہ میرے دل میں ہے
شکرِ باری مری زباں پر ہے
شب کا پچھلا پہر ہے اور نفیسؔ
آہ و زاری مری زباں پر ہے

کلام: سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو ہوئے آپ کے اُن پہ سب کُچھ فِدا! جو نہیں آپ کا وہ ہمارا نہیں
جیسے صِدیق کو باپ بیٹے سے بھی! بِن محمد تعلق گوارہ نہیں
یہ جو اعمال ہیں اِن پہ تکیہ نہیں! جیب میں سکے جتنے ہیں کھوٹے ہیں سب!!
آپ ہوں گے وہاں ہے یہ کافی ہمیں! ہم گناہگار ہیں بے سہارا نہیں
آپ نے پتھروں کو نگینہ کیا! عام سے شہر کو پھر مدینہ کیا
آپ اُترے زمیں آسماں بن گئی آپ سے جو جُڑا پھر وہ ہارا نہیں
اتنی صدیوں تلک آ گئی روشنی! تا قیامت ضیا آپ کی جائے گی
کہکشائیں ہیں کیا! گردِ نعلین ہیں! آپ کی ضو کا کوئی کِنارا نہیں
کالی کملی نہیں آسماں ہے کوئی اُس پہ رب نے چُنے اپنے سب لاڈلے!!
آپ کے ساتھیوں کے مقابل دِکھے ایسا اِک بھی فلک پہ سِتارہ نہیں
چاند پر داغ ہیں اور ہیں سورج کئی! پھول باسی ہوا، رنگ سب عارضی!
نعت کہنے کو اِک بھی جہاں میں کہیں! ہاں نہیں! ایک بھی اِستعارہ نہیں
کتنے آئے گئے! آئیں گے جائیں گے! فلسفی منطقی! رہبر و رہنما
عقل کی عشق کی سلطنت پہ مگر! بِن محمد کسی کا اِجارہ نہیں
نوعِ انساں کے ہر دُکھ کی ٹھہری دوا سیرتِ مصطفیٰ!! دِین ختم الرُسل!!
آپ سب کے نبی آپ سب کے شفیع !! یہ اُجالا ہمارا تمھارا نہیں

کلام: عابی مکھنوی

اداریہ

MSO
علامہ اقبال و قائداعظم
کے خوابوں کی زندہ جاوید تعبیر

وطن عزیز پاکستان کی نصف سے زائد آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے۔اتنی کثیر آبادی ابھی تک اپنے مستقبل بارے مایوسی، ناامیدی، شکستہ دلی اور گومگو کی کیفیت کا شکار ہے۔انہیں ایک ایسے رہبر و رہنما کی تلاش ہے جو انہیں اُن خطوط پر چلا سکے جن کی نشان دہی مصور پاکستان حکیم الامت جناب علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کر گئے تھے۔علامہ اقبال نوجوانوں کو شاہین کی مانند خوددار، غیرت مند اور نڈر دیکھنا چاہتے تھے۔وہ کہتے ہیں۔

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

جاوید نامہ میں نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:''تیری ماں نے تجھے لا الہ کا پہلا سبق دیا تھا، تیری کلی اس بادِ نسیم سے کھلی۔لا الہ کہتا ہے تو دل کی گہرائیوں سے کہہ تا کہ تیرے بدن سے بھی روح کی خوشبو آئے۔افسوس! اس دور کے مسلمان نے معمولی قیمت پر دین وملت کو بیچ دیا۔کبھی اس کی نماز میں لا الہ کا رنگ تھا، مگر اب نہیں۔کبھی اس کی نیاز مندی میں ناز تھا، مگر اب نہیں۔وہ جو اللہ تعالی کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتا تھا، آج کل مال کی محبت میں مبتلا ہے۔''

علامہ مرحوم اپنی قوم کے شباب کو سست الوجود، کاہل اور نکما ہونے کی بجائے چست، تعلیم سے محبت کرنے والے اور محنت کرنے والا دیکھنا چاہتے تھے۔انہوں نے خوشحال خان خٹک کے ایک شعر کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

محنت و مشقت پر مزید ابھارتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

نوجوانوں کو دین ابراہیمی سے جوڑنے اور اتحاد ملت کا درس ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

منفعت ایک ہے، اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایک، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی ، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اسی طرح قائد اعظم محمد علی جناح بھی گاہے بگاہے نوجوانوں کی ان صفات سے مزین کرنا چاہتے تھے جنہیں اپنا کر وہ ملت محمدیہ کی رہبری کر سکیں۔ایک خطاب میں فرمایا:

''میرے نوجوان دوستو! اب میں آپ ہی کو پاکستان کا حقیقی معمار سمجھتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی باری آنے پر کیا کچھ کر کے دکھاتے ہیں۔آپ اس طرح رہیں کہ کوئی آپ کو گمراہ نہ کر سکے۔اپنی صفوں میں مکمل اتحاد اور استحکام پیدا کریں اور ایک مثال قائم کریں کہ نوجوان کیا کچھ کر سکتے ہیں۔''

(بقیہ صفحہ 46 پر)

عشق رسول ﷺ اور علامہ محمد اقبال

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

لفظ ''عشق'' روز مرہ کی اصلاح اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ایک وسیع اور خصوصی جذبہ عقیدت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لغت کے لحاظ اور معنی کے طور پر لفظ'' عشق '' کی تعریف گہری محبت یعنی (Great Passion) ہے۔ لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لفظ ''عشق '' نہایت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ لکھتے ہیں ''عشق کسی شے کو اپنے اندر جذب کر لینے اور اپنا جزو حیات بنا کر اپنا لینے کا نام ہے''۔ مغربی مفکرین نے بھی عشق کی اسی قسم کی تعریف کی ہے۔ برٹرینڈ رسل کے خیال میں حیات انسانی میں رنگینی اور دلچسپی کا وجود دو قدروں سے ہے ایک علم اور دوسرے عشق۔ مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ بھی زندگی میں دو قوتوں کو بنیادی اہمیت کی حامل قرار دیتا ہے ایک تخریبی قوت یعنی موت اور دوسری تعمیری قوت جو عشق ہے۔

اردو زبان کے دو عظیم شاعر، شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور الطاف حسین حالیؒ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی گہرائی اور گیرائی سے اپنے اپنے کلام میں اظہار کیا ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نہ صرف بلند پایہ مفکر اور عظیم المرتبت شاعر تھے بلکہ وہ بہت بڑے عاشق رسول بھی تھے۔ ان کی منظومات، خطوط اور دیگر نثر پارے اس امر کے شاہد ہیں کہ انہیں حبیب خدا اور محبوب کبریا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات مجموعہ کمالات سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحِ حیات کا بغور مطالعہ کیا تھا جس کی بنا پر انکے موروثی عشقِ رسول میں بہت زیادہ پختگی اور وارفتگی کی مثال پیدا ہوگئی تھی۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری کے تار و پود میں عشقِ رسول کا جذبہ اس قدر رچا بسا تھا کہ جس طرح سونے کی انگوٹھی میں ہیرے کا نگینہ جڑا ہو۔ سچے عاشق رسول کے سامنے جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی دلچسپی اور دلجمعی دیکھنے والوں کو تعریف پہ مجبور کر دیتی ہے۔ عاشق کے سامنے جب محبوب کا ذکر ہوتا ہے تو وہ جذبات پہ قابو نہیں رکھ سکتا۔ یہی سلسلہ شاعر مسرق علامہ محمد اقبالؒ کا بھی تھا جب ان کے سامنے ''اسم محمد ﷺ'' آتا یا ان کے کان اس اسم مبارک کو سنتے تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے اور دل بے تاب و بے قرار ہو جاتا۔ فقیر سید وحید الدین روزگار فقیر میں لکھتے ہیں: ڈاکٹر صاحب کا دل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے گداز کر رکھا تھا۔ زندگی کے آخری زمانے میں تو یہ کیفیت اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ ہچکی بندھ جاتی تھی اور وہ کئی منٹ تک مکمل سکوت اختیار کر لیتے تھے تاکہ اپنے جذبات پر قابو پا سکیں اور گفتگو جاری رکھ سکیں۔

(روزگار فقیر جلد اول ص: 94-95 مطبوعہ سپننگ ملز کراچی 1964)

علامہ محمد اقبالؒ کا یہی عشق رسول ہمیں ان کی اردو اور فارسی شاعری میں بھی نظر آتا ہے۔ اپنی شاعری کو فیضان رسول قرار دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں

تب وتاب دل از سوز غم تست
نوائے من ز تاثیر دم تست

(میرے دل میں جو گرمی اور بے تابی ہے آپ کے سوز غم کی بدولت ہے۔ میرے نالے آپ ہی کی توجہ کا فیضان ہے۔)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

مرا ایں سوز از فیض دم تست
بتاکم موج مئے از زمزم تست
خجل ملک جم از درویشی من
کہ دل در سینہ من محرم تست

(مجھے جو سوز عطا ہوا ہے وہ آپ ہی کا فیضان ہے۔ میرے انگوروں کی بیل میں جو شراب ابل رہی ہے وہ آپ ہی کے زمزم سے نکلی ہے۔ میری درویشی سے مملکت کسری وجمشید بھی شرماتی ہے کیوں کہ میرے سینے میں جو دل ہے وہ آپ ہی کے اسرار کا محرم ہے۔)

میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب:

شعراء کرام اپنے کلام میں زیادہ تر جذبہ محبت کی شدت اور ذاتی حالات پر زور دیتے ہیں بہت کم شعرا جذبات کی شدت کے ساتھ ساتھ بلندی افکار اور جدتِ خیالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ بہترین شاعر ہونے کے علاوہ بلند مرتبہ فلسفی اور مفکر بھی تھے اس لیے انہوں نے بڑی خوب صورتی سے گہرے جذبات کو اعلی افکار کے ساتھ اس طرح ملا دیا کہ انکی شاعری کو نئی آب وتاب میسر تھی۔ وہ اپنے جذبات اور عشق رسول ﷺ کی جھلک عالم دنیا کو اس انداز سے پیش کیا کرتے تھے کہ دنیا محو حیرت ہو جاتی۔ رحمتِ عالم اور سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح نعت سرا ہوتے۔

آیہ کائنات کا معنی دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ وبو
لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر وسلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

جبرائیل بھی آئینہ رسالت کا جوہر:

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی نظروں میں عشق رسول ہی حاصل دنیا و دین تھا اور اس کا سرچشمہ وہ ذات اقدس ہے جس کے طفیل سارے عالم کی تخلیق ہوئی اور جس کی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے ان اشعار کو پڑھیے اور محسوس کیجیے کہ شاعر نے جب یہ اشعار کہیں ہوں گے تو اس کے دل کی کیا کیفیت ہوگی

جہاں از عشق وعشق از سینہ تست
سروش از مئے دیرینہ تست
جز ایں چیزے نمی دانم ز جبریل
کہ او یک جوہر از آئینہ تست

ترجمہ: دنیا عشق کی دولت سے قائم ہے اور عشق کی دولت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سینہ مبارک سے حاصل ہوتی ہے۔ اس عشق میں سرور اس شراب کہن سے پیدا ہوتا ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کشید فرمائی اور پلائی۔ مجھے جبرئیل کی بابت بھی صرف اتنا معلوم ہے کہ جبرئیل بھی آئینہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک جوہر کا نام ہے۔

مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے زُناری:

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کا عشق رسول اس کمال پر پہنچا ہوا تھا کہ بسا اوقات فرط جذبات سے مغلوب ہو کر وہ اپنی اور مسلمانان عالم کی بے بسی و بے کسی کی فریاد براہ راست رحمت للعالمین کے حضور کرنے لگتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے روبرو تشریف فرما ہیں اور آپ ان سے فریاد رسی کی التجا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے

تو اے مولائے یثرب! آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے زُناری
کرم اے شہہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ قلندری

دگرگوں کرد لادینی جہاں را
ز آثار بدن گفتند جاں را
از اں فقرے کہ با صدیق داری
بشورے آور ایں آسودہ جاں را

ترجمہ: ساری دنیا کو لادینی نے دگرگوں کر دیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ دنیا والے روح کو بھی جسم کے آثار میں شمار کرنے لگے ہیں۔ جو فقر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو بخشا تھا اس سے ہماری بے حس روحوں میں سوز و حرکت پیدا فرما دیجیے۔

> ”عشق کسی شے کو اپنے اندر جذب کر لینے اور اپنا جزو حیات بنا کر اپنا لینے کا نام ہے“

علامہ اقبال کی سوچ و فکر اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

آج ہم مسلمان عشق رسول کا دعوی تو کرتے ہیں لیکن ہمارا کردار اس کے برعکس ہے۔ دعوی عشق اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اتباع و اطاعت محبوب نہ ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل و عمل پر نظر رکھتے اور دل و جان سے ان کی تقلید کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حج کو جاتے تو بلا کسی ظاہری سبب کے جا بجا رکتے یا اٹھتے، بیٹھتے جاتے۔ کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر حج میں جس جگہ جس حالت اور جس انداز میں دیکھا، میں چاہتا ہوں کہ ان طریقوں پر جوں کا توں عمل کروں۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ جمعہ کے لیے مسجد میں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ یکایک ان کے کان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی کہ بیٹھ جاؤ۔۔۔! حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت دروازے پر تھے سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کو بیٹھے دیکھا تو فرمایا اے ابن مسعود۔۔! آگے آجاؤ۔

علامہ اقبال نے سیرت رسول و صحابہ کا بغائر مطالعہ کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ بغیر اطاعت رسول کے قربت رسول بلکہ قربت خدا بھی

ممکن نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں

در اطاعت کوش اے غفلت شعار
می شود از جبر پیدا اختیار
ناکس از فرماں پذیری کس شود
آتش ار باشد ز طغیاں خس شود

ترجمہ: اے غافل اطاعت میں سرگرم رہ۔ اسی جبر ہی سے تو اختیار کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اتباع اور فرماں برداری سے نااہل بھی اہل بن جاتے ہیں۔ آگ بھی ہو تو اس کے شعلے بجھ جاتے ہیں۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے سنت رسول کی پیروی کو اپنا شیوۂ حیات بنا لیا تھا۔ جوہر اقبال میں ایک عجیب اور بصیرت افروز واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جس سے علامہ اقبال کے جذبہ شوق و اطاعت رسول کا اندازہ ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ پنجاب کے ایک دولت مند رئیس نے ایک قانونی مشورے کے لیے اقبال اور سر فضل حسین اور ایک دو مشہور قانون دان اصحاب کو اپنے ہاں بلایا، اور اپنی شاندار کوٹھی میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ رات کو جس وقت اقبال اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لیے گئے تو ہر طرف عیش و تنعم کے سامان دیکھ کر، اور اپنے نیچے نہایت نرم اور قیمتی بستر پا کر معاً ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ جس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقے میں آج ہم کو یہ مرتبے حاصل ہوئے ہیں، اس نے بوریے پر سو کر زندگی گذار دی تھی۔ یہ خیال آنا تھا کہ آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی۔ اسی بستر پر لیٹنا ان کے لیے ناممکن ہو گیا۔ اٹھے اور برابر کے غسل خانے میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے، اور مسلسل رونا شروع کر دیا۔ جب ذرا دل کو قرار آیا تو اپنے ملازم کو بلوا کر اپنا بستر کھلوایا، اور ایک چارپائی اسی غسل خانے میں بچھوائی۔ اور جب تک وہاں مقیم رہے، غسل خانے ہی میں سوتے رہے۔ یہ وفات سے کئی برس پہلے کا واقعہ ہے۔

(محمد حسنین سید۔ جوہر اقبال۔ ص 39-40، مطبوعہ مکتبہ جامعہ دہلی 1938)

بولہبی اور بے دینی:

علامہ محمد اقبالؒ کی زندگی اور ان کی شاعری عشق رسول کے جذبے سے مملو ہے۔ ذات محمدی تک رسائی کو ہی وہ سراپا دین قرار دیتے تھے۔ اس کے علاوہ سب کچھ ان کی نظروں میں بولہبی اور بے دینی ہے

بہ مصطفی بہ رساں خویش را
کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی
است

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک عشق رسول کا معیار تقلیدِ رسول ہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسوہ رسول کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔

ترجمہ: حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ سے خود کو متصل کر لو کیونکہ دینِ اسلام کی اساس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگر تو وہاں تک نہیں پہنچ پاتا، تو تیرے تمام اعمال بولہبی (کفر اور اسلام دشمنی کی علامت) ہیں۔

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگر حق اور سچ کے طالب ہو تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے اپنا ناطہ جوڑ لو اور ان کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرو کیونکہ آپ کا اسوہ

حسنہ ہی مکمل دین ہے۔

دین خود کو کسی خاص ملک جماعت یا قومیت سے متصل کرنے کا نام نہیں یہ تو حضور ﷺ سے مضبوط قلبی اور روحانی تعلق قائم کرنے کا نام ہے اگر ان کے اسوہ حسنہ سے روگردانی کروگے تو کسی لادینی قوت کا ایجنڈا پورا کروگے جو سراسر بولہبی کے زمرے میں آتا ہے اور بولہبی اسلام کے خلاف کھلی جنگ ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

عشق رسول ﷺ کا معیار تقلید رسول ﷺ

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے جس عظیم ترین انسانی ہستی کی مدح سرائی کی اس پر اللہ تعالی اور اس کے فرشتے صلوۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ایسی بے نظیر ہستی کی شان دیکھئے کہ خود خالق کائنات اس کا گرویدہ ہے۔دنیا کی تاریخ کے اوراق الٹتے جائیں آپ کو کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہمہ جہت، مجموعہ کمالات، مونس و غم خوار اور انقلابی شخصیت نظر نہیں آئیگی جس میں تمام ظاہری اور باطنی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہوں۔ بلاشبہ آپ کی رسالت تمام دنیا والوں کے لیے بہترین نمونہ عمل اور اسوہ کامل کی حامل ہے۔نبی کریم ﷺ تمام امیرو غریب ،حاکم و محکوم ،سپہ سالاروں، سیاستدانوں، مصلحین، مفکرین قانون سازوں اور رہنماؤں وغیرہ کے لیے اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسو حسنہ'' تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ عمل ہیں۔

قارئین کرام ---! شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور عشق رسول کے عنوان پہ لکھنے اور ان کے نعتیہ کلام کا مکمل جائزہ لینے کیلئے کئی صفحات درکار ہیں۔نعت پیغمبر نے انکے کلام پر ابدیت اور ان کے عشق رسول ﷺ پر مہر ثبت کردی ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ شاعرِ مشرق کے کلام کے متن میں قرآنی تعلیمات اور عشقِ رسول کی روح بولتی ہے تو یہ مبالغہ نہیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک عشق رسول کا معیار تقلیدِ رسول ہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسوہ رسول کو مدنظر رکھیں تا کہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔(میلاد النبی کے موقع پر تقریر 1926ء)

عظمت رفتہ

ایس پی سکاٹ اپنی کتاب ''مورش ایمپائر'' میں لکھتا ہے:

''جب مسلمان اسپین کے حکمران تھے تو وہاں شرح خواندگی صد فی صد تھی۔بچہ بچہ پڑھتا تھا۔ ہر شہر اور قصبے میں کتب خانے تھے۔صرف قرطبہ کے کتب خانے میں چھ لاکھ نایاب کتب تھیں۔یہ وہ دور تھا کہ جب یورپ میں اگر کسی راہبی خانقاہ میں چند سو کا غذات جمع ہو جاتے تھے تو اس خانقاہ کو علم و ادب کا منبع سمجھا جاتا۔ مغربی یورپ کا کوئی پادری ترجمے کے فن سے آشنا نہ تھا۔ جب کہ سپین کے مسلمان لاطینی، فرانسیسی، اور یونانی زبان کے ماہر تھے۔ اور وہاں ترجمے کا کام زور شور سے جاری تھا۔

حقیقت نکاح

کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکاح کی حقیقت دریافت کی تو فرمایا: لزوم مہر۔یعنی مہر لازم ہوجاتا ہے۔سائل نے کہا پھر کیا؟

فرمایا: سرور شھر یعنی ایک ماہ کی خوشی۔سائل نے پوچھا پھر کیا؟

فرمایا: غموم دھر، یعنی عمر بھر کے غم۔سائل نے پوچھا پھر کیا؟

فرمایا: کسور ظھر، یعنی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔

حدیث حوض اور صحابہ کرام پر طعن

عبداللہ مدنی

ذخیرہ احادیث میں سے مختلف احادیث کا سہارا لے کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کے نشتر چلائے جاتے ہیں، جن میں سرفہرست حضرات شیخین (سیدنا ابوبکرؓ وعمرؓ) ہیں۔کبھی جہاد سے فرار کا طعنہ دیا جاتا ہے تو کبھی جنازہ نبوی کی عدم ادائیگی کا، کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات نعوذ باللہ دل سے ایمان نہیں لائے تھے تو کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات حضور پر نور ﷺ کی جانشینی پر قابض ہوگئے۔

انہیں احادیث میں سے ایک حدیث ''حدیثِ حوض'' کے نام سے بھی معروف ہے، جس کا سہارا لے کر مخالفینِ صحابہ نبی کریم ﷺ کے عام صحابہؓ پر اور خصوصاً حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان ''دونوں حضرات نے پیغمبر اسلام ﷺ کے انتقال مبارک کے بعد دین میں نئی چیزیں پیدا کرلیں، دین سے برگشتہ ہوگئے، ضروریاتِ دین کو چھوڑ دیا اور احکاماتِ شریعت کو بدل ڈالا۔''

قارئینِ کرام! حدیث حوض کے ضمن میں صحابہ کرامؓ پر مذکورہ اعتراض کیا جاتا ہے، آیئے ذرا دیکھتے ہیں حدیثِ حوض کیا ہے؟

حدیث حوض کا مضمون:

حدیث حوض کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میں حوض کوثر پر تشریف فرما ہوں گا اس موقع پر بعض لوگوں کو حوض کوثر سے دور کیا جائے گا تو میں ارشاد فرماؤں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں تو قدرت کی طرف سے اعلان ہوگا **''انک لاتدری ما احدثوا بعدک، فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی۔۔۔الخ''**

مذکورہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں نئی چیزیں پیدا کردیں تھیں اور تبدیلی کردی تھی، اس وقت میں کہوں گا کہ جنہوں نے میرے بعد تغیر کردیا انہیں یہاں سے دور کردو ہٹا دو''۔

قارئین! یہ مضمون ومفہوم ہے حدیث حوض کا، اگرچہ اس روایت میں لفظ اصحاب یا صحابی موجود نہیں لیکن مشکوۃ شریف کی دوسری حدیث جو باب الحشر کی چوتھی حدیث ہے اس میں واضح طور پر لفظ ''اصحابی'' موجود ہے۔

حدیث کی تحقیق:

حدیث حوض کی روایات صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ) میں موجود ہیں اور اپنے اپنے

مقام پر صحیح ہیں، اور صحاح ستہ میں حدیث حوض کی روایات مختلف الفاظ میں ذکر کی گئی ہے جیسا کہ ہم نے بھی اوپر دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ذکر کردہ دونوں روایتیں مشکوۃ شریف کی ہیں، پہلی حدیث ''باب الحوض والشفاعۃ سے جبکہ دوسری حدیث باب الحشر'' میں مروی ہے۔

اعتراض کے جوابات:

مخالفین صحابہؓ نے مذکورہ حدیث کا محمل ومفہوم ترک کرکے اپنی طرف سے ایک خود ساختہ مفہوم گڑھ لیا ہے، اس موقع پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ بالکل درست صادق آتا ہے کہ ''بات تو حق ہے لیکن اس سے مراد باطل اور غلط لے لی گئی''۔ چنانچہ مفسرین ومحدثین اور علمائے ربانیین نے اس حدیث کے مختلف مدلل اور تسلی بخش جواب دیے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجرؒ نے اس حدیث کے مختلف جواب دیتے ہوئے امام نوویؒ کا قول نقل کیا ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کا مصداق منافقین ہیں اور وہ وہ لوگ ہیں جو (دل سے زمانہ نبوت میں بھی مسلمان نہ تھے بلکہ ظاہراً اسلام کے نام کو اپنائے ہوئے تھے) وفات نبوی کے بعد ظاہری اسلام سے بھی پھر گئے۔ چونکہ یہ لوگ بھی

اگر مانا جائے کہ حدیث میں مذکور لفظ صحابی یا اصحابی سے تمام صحابہؓ ہی مراد ہیں تو گویا نعوذ باللہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا علم ناقص ہے، اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو بعد میں ایمان سے پھر جائیں گے۔ اور دوسرے نمبر پر خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر اعتراض اٹھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات پر اس طرح محنت نہیں کی جیسے کرنی چاہیے تھی

مسلمانوں کے ساتھ دکھلاوے کا وضو کرتے اور نماز میں آتے تھے اس لیے اس وضو کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں بھی سفید ہوں گے ان کی اس علامت کی وجہ سے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکاریں گے لیکن جواب دیا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے بعد حالت بدل دی تھی، جس حالت پر آپ نے چھوڑا تھا، اس پر باقی نہ رہے بلکہ کھلے کافر ہوگئے تھے۔

امام نوویؒ کے اس جواب کی تائید سورہ حدید کی آیت نمبر 13 سے بھی ہوتی ہے، جس میں منافقین کے اخروی احوال بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، تو ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔''

حق بات یہی کہ اگر ارتداد سے ارتداد عن الاسلام مراد ہو تب بھی اس سے وہ دیہاتی لوگ مراد ہیں جو زبان سے کہتے تھے ہم ایمان لائے لیکن ابھی تک ان کے دلوں میں ایمان پختہ نہیں ہوا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورہ حجرات آیت نمبر 14 میں بھی بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

"قَالَتِ الاَعرَابُ اٰمَنَّا قُل لَّم تُؤمِنُوا الخ"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور دیگر محقق علمائے امت فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مرتدین ہیں کہ جن کی موت کفر پر ہوئی، اور اہل سنت میں سے کوئی بھی ان کو صحابی نہیں کہتا اور نہ ہی ان کی خوبی اور بزرگی کا معتقد ہے۔

یہ وہ لوگ تھے جو قبیلہ بنی حنیفہ اور بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے، یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام میں وفد کی صورت میں زیارت کے لیے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد اتداد میں چلے گئے اور مصیبت میں مبتلا ہوکر دین اسلام سے منحرف ہوگئے۔ چونکہ یہ لوگ بظاہر اسلام لے آئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوگئے تھے اسی لیے ان کو روایات میں صحابی یا اصحابی کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔

دوسرا جواب:

صاحب مظاہر حق (شرح مشکوۃ) میں فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہوگئے تھے اور جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں رہے وہ مسلمان رہے لیکن آپ کی وفات کے بعد وہ مختلف گمراہ کن تحریکوں، جیسے مسیلمہ کذاب کے جھوٹے دعوی نبوت وغیرہ کا شکار ہوکر اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہوگئے تھے" (مظاہر حق جلد پنجم صفحہ 151)

نیز صاحب مظاہر حق باب الحشر کی حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ واضح رہے یہاں حدیث میں "صحابہ" سے مراد وہ صحابہ نہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی نسبت حاصل رہی اور ان کو حقیقت میں "صحابہؓ" کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے گمراہی اختیار کی، لہذا حدیث میں مذکور صحابی سے مراد وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد ارتداد کو قبول کرلیا تھا اور مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کی اتباع کے مرتکب ہوگئے تھے (مظاہر حق ج 5 ص116)

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اس سے مراد تمام صحابہ کرامؓ ہی ہیں تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کی نفی لازم آئے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیسیوں آیات میں ان نفوس قدسیہ کے ایمان کی تصدیق وتائید فرمائی ہے اور خود ان کے دلوں کا امتحان لینے کے بعد ان کے لیے تقوے کا اعلان فرمایا ہے، اگر مانا جائے کہ حدیث میں مذکور لفظ صحابی یا اصحابی سے تمام صحابہؓ ہی مراد ہیں تو گویا نعوذ باللہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا علم ناقص ہے، اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ ایسے ہیں

> گر ارتداد سے ارتداد عن الاسلام مراد ہو تب بھی اس سے وہ دیہاتی لوگ مراد ہیں جو زبان سے کہتے تھے ہم ایمان لائے لیکن ابھی تک ان کے دلوں میں ایمان پختہ نہیں ہوا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورہ حجرات آیت نمبر 14 میں بھی بیان فرمایا ہے۔

جو بعد میں ایمان سے پھر جائیں گے۔ اور دوسرے نمبر پر خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر اعتراض اٹھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات پر اس طرح محنت نہیں کی جیسے کرنی چاہیے تھی۔ تاکہ یہ جماعت اچھی طرح تیار ہوجاتی اور آپ کے بعد بھی آپ کی اتباع و دین پر قائم رہتی۔

معترضین کا عجیب استدلال:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں قرآن وحدیث میں بے شمار فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں اور احیائے دین واشاعت اسلام کے لیے ان کے لاتعداد کارناموں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جب یہ آیات واحادیث اوراسی طرح صحابہ کرام پر احادیث کے ضمن میں اٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات قرآن وسنت سے مدلل پیش کیے جاتے ہیں تو بعض عقل کے مارے لوگ فوراً کہتے ہیں کہ یہ آیات واحادیث سب کے متعلق وارد نہیں ہوئیں، ان سے مراد صرف عترت نبی، حضرت علیؓ، حضرت مقداد بن اسود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور صرف انہی کے فضائل میں یہ آیات قرآنیہ اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔

> حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں قرآن وحدیث میں بے شمار فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں اور احیائے دین واشاعت اسلام کے لیے ان کے لاتعداد کارناموں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

گویا ان کے نزدیک صدہا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث نبوی مذکورہ بالا پانچ چھ افراد کے حق میں ہی وارد ہوئی ہیں اور دین اسلام کا احیاء گویا انہی چند افراد کی بدولت ہوا حالانکہ تاریخ وسیرت اور احادیث کی کتابیں صحابہؓ کرام کی اسلام اور اشاعت اسلام کے لیے دی گئی قربانیوں سے بھری پڑی ہیں۔ اور بالخصوص حضرات خلفاء ثلاثہ کے دور خلافت میں اسلام نے جو ترقی پائی وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، ان عقل کے اندھوں نے صحابہؓ کرام کی دشمنی میں اسلام کی ترقی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت پر ہی بے شمار اعتراضات کھڑے کردیے۔

بہر کیف حوض کوثر سے دور کر دینے کی روایات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کے بارے میں وارد نہیں ہوئی بلکہ مرتدین اور دین سے پھر جانے والوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور انہیں کو حوض سے ہٹائے جانے کا حکم ہوگا اور اس پر قرآن وحدیث میں بے شمار قرآئن موجود ہیں کہ صحابہ کرامؓ اس روایت کا محمل نہیں، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے جس کو المستدرک للحاکم میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم ان (حوض سے ہٹائے جانے والے) لوگوں میں سے نہیں ہوگے بلکہ وہ ایک قوم ہوگی جو تمہارے بعد آئے گی اور پچھلے قدموں لوٹ جائے گی۔

❁❁❁

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

ام عمارہ میانوالی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کا یہ شعر بلاشبہ ان برگزیدہ ہستیوں کیلیے کہا جا سکتا ہے جو دنیا میں اپنی فکر چھوڑ جاتے ہیں اور لوگوں کو ایسا پیغام دے جاتے ہیں جو ان کے لیے زندگی کی راہیں متعین کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ خود اقبال رحمہ اللہ کا شمار انہی دیدہ وروں میں ہوتا ہے۔

اقبال رحمہ اللہ ایک ہمہ جہت اور متاثر کن شخصیت تھے۔ اپنے آباء سے محبت، قوم کی فکر اور دور اندیشی ان کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ اپنے منفرد خیالات و نظریات اور افکار کی وجہ سے انہیں دور جدید کا صوفی سمجھا جاتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ایک ہی نشست میں ہر پہلو سے بیان کرنا ناممکن ہوتا ہے، شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ بھی ایسی ہی ایک شخصیت تھے۔

علامہ محمد اقبال 9 نومبر 1877ء کو برطانوی ہندوستان (موجودہ پاکستان) کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ نور محمد اور والدہ امام بی بی دونوں ہی دین دار، متقی اور سادہ رہن سہن والے تھے۔ بیٹے کا نام محمد اقبال رکھا۔

اقبال بسم اللہ کی عمر کو پہنچے تو شیخ نور محمد انہیں شوالہ مسجد کے امام مولانا ابو عبداللہ غلام حسن کے پاس لے گئے اور یہاں سے اقبال رحمہ اللہ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اسی دوران شہر کے نامور عالم دین مولوی میر حسن نے اقبال کو دیکھا اور شیخ نور محمد سے خواہش ظاہر کی کہ اقبال کو ان کی تربیت میں دے دیا جائے۔ وہ چاہتے تھے کہ اقبال دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ ہوں۔ مولوی میر حسن کے پاس اقبال رحمہ اللہ نے اردو، عربی اور فارسی ادب پڑھا۔ جب مولوی میر حسن نے اسکاچ مشن سکول میں پڑھانا شروع کیا تو اقبال بھی وہیں داخل ہو گئے اور یہیں سے 6 مئی 1893ء میں میٹرک اور 1895ء میں ایف اے کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔

یہی وہ دور تھا جب اقبال کی شاعری کا آغاز ہوا۔ ان دنوں برصغیر داغ کے نام سے گونج رہا تھا، اقبال نے شاگردی کی درخواست لکھ بھیجی جو قبول ہوئی اور یوں اقبال اپنی شاعری اصلاح کے لیے داغ کو بھیجنے لگے۔ لیکن اصلاح کا یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہیں چلا کیونکہ داغ اپنی بے مثال بصیرت سے بھانپ چکے تھے کہ اس ہیرے کو تراشا نہیں جا سکتا۔

بی اے میں داخلے کیلیے اقبال لاہور آ گئے اور گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا۔ انگریزی، فلسفہ اور عربی کے مضامین منتخب کیے۔ عربی پڑھنے کیلیے اورینٹل کالج جاتے جہاں مولانا فیض الحسن سہارنپوری جیسے جبال العلم موجود تھے۔ 1898ء میں اقبال نے بی اے پاس کیا اور ایم اے (فلسفہ) میں داخلہ لیا۔ یہاں اقبال کو پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ جیسے استاد ملے۔ جنہوں نے ادب اور فلسفہ میں اقبال کی راہنمائی کی اور اس راہنمائی نے اقبال کی علمی اور فکری زندگی کا حتمی رخ متعین کردیا۔

نومبر 1899ء کی ایک شام کچھ بے تکلف ہم جماعت انہیں حکیم امین الدین کے مکان پر ایک محفلِ مشاعرہ میں کھینچ کر لے گئے۔ بڑے بڑے سکّہ بند اساتذہ، شاگردوں کی ایک کثیر تعداد سمیت شریک تھے۔ اقبال چونکہ بالکل نئے تھے، اس لیے ان کا نام مبتدیوں کے دور میں پکارا گیا۔ غزل پڑھنی شروع کی، جب اس شعر پر پہنچے کہ:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

تو اچھے اچھے استاد اُچھل پڑے۔ بے اختیار ہو کر داد دینے لگے۔ یہاں سے اقبال کی بحیثیت شاعر شہرت کا آغاز ہوا۔ مشاعروں میں باصرار بُلائے جانے لگے۔ اسی زمانے میں انجمن حمایتِ اسلام سے تعلق پیدا ہوا جو آخر تک قائم رہا۔

ایم اے پاس کرنے کے بعد اقبال 13 مئی 1899ء کو اورینٹل کالج میں میکلوڈ عربک ریڈر کی حیثیت سے متعین ہو گئے۔ اقبال تقریباً چار سال تک اورینٹل کالج میں رہے۔ اورینٹل کالج میں اپنے چار سالہ دورِ تدریس میں اقبال نے اسٹبس کی ''ارلی پلانجنٹس'' اور واکر کی ''پولیٹیکل اکانومی'' کا اردو میں تلخیص و ترجمہ کیا، شیخ عبد الکریم الجیلی کے نظریہ توحیدِ مطلق پر انگریزی میں ایک مقالہ لکھا اور ''علم الاقتصاد'' کے نام سے اردو زبان میں ایک مختصر سی کتاب تصنیف کی جو 1904ء میں شائع ہوئی۔ اردو میں اپنے موضوع پر یہ اولین کتابوں میں سے ہے۔

اورینٹل کالج میں بطور عربی ریڈر مدت ملازمت ختم ہوگئی تو 1903ء میں اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی کی حیثیت سے گورنمنٹ کالج میں تقرر ہوگیا۔ بعد میں فلسفے کے شعبے میں بھی پڑھاتے رہے یہاں تک کہ یکم اکتوبر 1905ء کو یورپ جانے کے لیے تین سال کی رخصت لی اور 25 دسمبر 1905ء کو علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی ٹرنٹی کالج میں داخلہ لے لیا۔

> بیماری کی حالت میں رات کافی دیر تک جاگتے اور روتے رہتے۔ کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''خدا جانے مسلمان قوم کا کیا حشر ہوگا'' جب بیماری میں شدت آ گئی تو صبح کی تلاوت چھوٹ گئی۔ آپ کسی سے قرآن مجید پڑھوا کر سن لیتے۔ اس دوران آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔

بعد میں آپ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے آپ نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 4 نومبر 1907ء کو میونخ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے دی۔آپ نے ''ایران میں ما بعد الطبیعیات کا ارتقا'' کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔1908ء میں یہ مقالہ پہلی بار لندن سے شائع ہوا۔ ڈاکٹریٹ ملتے ہی لندن واپس چلے آئے۔ بیرسٹری کے فائنل امتحان دیے جن کا جولائی 1908ء کو نتیجہ نکلا اور آپ کامیاب قرار دیے گئے۔اس کے بعد انگلستان میں مزید نہیں رُکے،وطن واپس آگئے۔

لندن میں قیام کے دوران اقبال نے مختلف موضوعات پر لیکچرز کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا۔ مثلاً اسلامی تصوّف، مسلمانوں کا اثر تہذیب یورپ پر، اسلامی جمہوریت، اسلام اور عقلِ انسانی وغیرہ۔قدرت نے انہیں صوفی باپ اور قابل اساتذہ عطا کیے۔یہ جو اقبال کے یہاں حس اور فکر کی نادر یکجائی نظر آتی ہے اس کے پیچھے یہی چیز کارفرما ہے۔باپ کے قلبی فیضان نے جن حقائق کو اجمالاً محسوس کروایا تھا اساتذہ کی تعلیم سے تفصیلاً معلوم بھی ہو گئے۔

وطن واپسی پر انہوں نے لاہور ہائیکورٹ میں لاء پریکٹس شروع کی اور گورنمنٹ کالج میں پڑھانا شروع کیا۔اس کے ساتھ ہی انھوں نے بہت ساری مشہور نظمیں لکھیں جیسے اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق، زبور اجم، بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم وغیرہ۔ جلد ہی انھیں 'علامہ' اقبال کہنا شروع کیا جانے لگا اور 1922ء میں، برطانیہ کے شاہ جارج پنجم نے انہیں ''نائٹ بیچلر'' اور یکم جنوری 1923ء کو گورنمنٹ نے علامہ 'سر' محمد اقبال کا خطاب دیا۔

تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان ہوا تو علامہ اقبال نے عملی سیاست میں حصہ لیتے ہوئے یکم فروری، 1912ء کو موچی دروازہ لاہور میں مسلمانوں کے احتجاجی جلسے میں شرکت کی۔اس کے بعد تحریک خلافت کی صوبائی کمیٹی کے رکن رہے۔1924ء میں جب قائداعظم محمد علی جناح کی لگاتار کوششوں سے مسلم لیگ کا احیاء ہوا تو آپ نے اس میں شمولیت اختیار کی۔1926ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے انتخاب ہوئے تو آپ نے بطور امیدوار حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔اسی سال پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری بنائے گئے جس سے برّصغیر کی مسلم سیاست کا دروازہ ان پر کھل گیا۔

1930ء کا سال پاکستان اور اقبال، دونوں حوالوں سے ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔دسمبر کی انتیسویں تاریخ کو الٰہ

ورینٹل کالج میں اپنے چار سالہ دورِ تدریس میں اقبال نے اسٹبس کی ''ارلی پلانجنٹس'' اور واکر کی ''پولیٹکل اکانومی'' کا اردو میں تلخیص و ترجمہ کیا۔
شیخ عبدالکریم الجیلی کے نظریہ توحیدِ مطلق پر انگریزی میں ایک مقالہ لکھا اور ''علم الاقتصاد'' کے نام سے اردو زبان میں ایک مختصر سی کتاب تصنیف کی جو 1904ء میں شائع ہوئی۔اردو میں اپنے موضوع پر یہ اولین کتابوں میں سے ہے۔

آباد کے شہر میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا۔ یہیں انھوں نے وہ تاریخ ساز خطبہ صدارت دیا جو خطبہ الہ آباد کے نام سے مشہور ہوا۔ اس خطبے میں پہلی مرتبہ ہندوستان کے اندر ایک آزاد مسلم ریاست کا ٹھوس اور غیر مبہم خاکہ پیش کیا گیا جس سے نظریہ پاکستان کی تشکیل ہوئی۔ یہی نظریہ بعد میں پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال کو پاکستان کا نظریاتی باپ سمجھا جاتا ہے۔

پہلی گول میز کانفرنس میں علامہ اقبال نے شرکت نہیں کی۔ دوسری گول میز کانفرنس 7 ستمبر تا یکم دسمبر 1931 تک ہوئی اس میں علامہ اقبال شریک ہوئے اور کانفرنس کے خاتمے پر مولانا غلام رسول مہر کے ہمراہ برطانیہ سے فلسطین چلے گئے اور موتمر عالم اسلامی میں الوداعی تقریر کر کے واپس ہندوستان آ گئے۔

تیسری گول میز کانفرنس 17 نومبر کو شروع ہو کر 17 دسمبر 1933ئمیں ختم ہوئی۔ اس کانفرنس میں اقبال رحمہ اللہ نے شرکت کی اور کانفرنس ختم ہونے کے بعد ہسپانیہ کا دورہ کیا۔ اس سفر میں آپ نے اندلس میں مسلمانوں کے عروج و زوال اور مسجد قرطبہ پر اشعار لکھے۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے مسجد قرطبہ (جو کہ گرجا گھر میں تبدیل کر دی گئی ہے) میں مسلمانوں کے زوال کے بعد پہلی مرتبہ اذان دی اور نماز ادا کی۔

مئی 1936ء کو حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اقبال سے ملنے ''جاوید منزل'' تشریف لائے۔ آپ نے اقبال کو مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کا رکن بننے کی دعوت دی جسے اقبال نے اپنی شدید علالت کے باوجود بخوشی قبول کر لیا۔ 12 مئی کو اقبال دوبارہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر مقرر ہوئے۔

علامہ محمد اقبال زندگی کے آخری ایام میں سخت بیمار ہو گئے۔ کئی امراض نے گھیر لیا۔ بیماری کی حالت میں رات کافی دیر تک جاگتے اور روتے رہتے۔ کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''خدا جانے مسلمان قوم کا کیا حشر ہوگا'' جب بیماری میں شدت آ گئی تو صبح کی تلاوت چھوٹ گئی۔ آپ کسی سے قرآن مجید پڑھوا کر سن لیتے۔ اس دوران آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔

21 اپریل 1938ء کو فجر کے وقت اپنے گھر جاوید منزل میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ اسلامیہ کالج کے وسیع گراؤنڈ میں تقریباً 20 ہزار مسلمانوں کی موجودگی میں مولانا غلام مرشد نے نماز عشاء سے قبل 8 بجے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پونے 9 بجے شب شاہی مسجد لاہور کے صدر دروازے کے قریب آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس طرح سیالکوٹ سے طلوع ہونے والا علم و ادب، فکر و تصوف اور شعر و ادب کا روشن ستارہ لاہور کی مٹی کو عزیز ہو گیا۔ روزانہ سینکڑوں افراد آپ کی آخری آرام گاہ پر آتے ہیں اور دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے دنیا کی معاشرتی صورتحال:

نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے دنیا کی معاشرتی صورتحال انتہائی دگرگوں تھی ،تہذیب و تمدن نفسانی خواہشات اور وڈیروں کے تابع تھا، دنیا کے ہر کوچے اور ہر گلی میں انسانیت سسک رہی تھی اور زبان حال سے کسی مسیحا کو پکار رہی تھی ،مرد اور عورت فطرتی رشتوں کے بندھن سے آزاد جانوروں کے معاشرے کی عکاسی کررہے تھے ،عورت محض مرد کی لذت کے حصول کا ذریعہ تھی اور اس کی معاشرتی حالت اتنی جاں بلب تھی کہ کوئی شریف شخص اپنے گھر میں بیٹی پیدا کرنا ہی نہیں چاہتا تھا،لوگ ایک در کی عبودیت کی بجائے در در کے سجدہ ریز ہو رہے تھے، ستم بالائے ستم کہ جو چیزیں کسی بھی مہذب معاشرے میں بد سے بدترین سمجھی جاتی ہیں وہی چیزیں اس معاشرے میں باعثِ فخر سمجھی جانے لگی تھیں ،انارکی اور ظلم وتعدی کا یہ عالم تھا کہ زورآور کمزوروں کے لیے حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا اور مجبوروں ،مقہوروں کا کوئی والی وارث نہیں تھا ،غلام انسانیت کے درجے سے خارج کردیئے گئے تھے ،بات بے بات لڑائی جھگڑے معمول کی بات تھی ،لوگوں کی بنیادی ضروریات زندگی کا حصول مشکل بنادیا گیا تھا، قانون طاقتور کے لیے لچک دار اور کمزور کے لیے سخت گیر ہو گیا تھا ،شرافت کا معیار انسانیت کی بجائے دولت ،طاقت اور اچھا عہدہ تھا۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد چند ہی سالوں میں دنیا کا معاشرتی نقشہ بدل گیا ،تاریخ آج بھی ورطہ حیرت میں ہے کہ اتنا بڑا معاشرتی انقلاب چند سالوں میں کیسے ممکن ہوا ،وہ معاشرتی انقلاب اتنا جامع و مکمل تھا ،اتنا کامل و اکمل تھا ،اتنا بہترین اور لازوال تھا کہ پندرہ سو سال بعد بھی اگر کائنات انسانی میں کسی آئیڈیل معاشرے کی مثال دی جاتی ہے تو کیا اپنے کیا پرائے سب کے سب نبوی معاشرے کی مثال دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی معاشرتی اصلاحات:

نبی کریم ﷺ نے اپنے اردگرد موجود لوگوں کی معاشرت کو دنیا کے لیے نمونہ بنانا تھا سو اس لیے ان کی معاشرت کو بہتر سے بہترین بنایا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی محنت ہی تھی کہ جو لوگ معاشرتی بدحالی کا شکار تھے وہ ہی لوگ معاشرتی زندگی کے لیے کسوٹی اور پیمانہ بن گئے ،جس معاشرے کے بارے میں اس وقت کے دانشور اور

زعماء یہ گمان کرتے تھے کہ یہ معاشرہ ڈیڈ لیول پر جاچکا ہے اور اب اس کی بہتری کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی وہی معاشرہ نبوی ﷺ اصلاحات کی بدولت دنیا کا بہترین اور آئیڈیل معاشرہ کہلایا۔

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے دلوں سے ایک دوسرے کی نفرت کو نکال کر ایک دوسرے کے لیے محبت بھر دی بلکہ اس سے بھی آگے ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کردیا کہ اپنی ذات اور ضروریات پر دوسرے مسلمان کی ضروریات مقدم لگنے لگیں ،اپنی جان سے زیادہ دوسرے مسلمان کی جان عزیز ہونے لگی اور خون کے پیاسے محبت کے خوگر بن گئے ،در در پر جھکنے والے ایک در کے ایسے غلام بنے کہ دنیا کی طاقتیں ان کے قدموں تلے روندی جانے لگیں، نبی کریم ﷺ نے ان کی معاشرت کو ایسا سنوارہ کہ وہ چرواہے جنہیں تہذیب وتمدن کا سرے سے پتا ہی نہیں تھا دنیا نے انہی کے تمدن سے اپنے معاشروں کے خطوط استوار کیے،انہی چراغوں سے روشنی لیکر اپنے عہدوں کو روشن کیا ،انہی کے قدموں سے علم کے وہ سُوتے پھوٹے کہ آج تک معاشرت اور عمرانیات کے علوم ان کے در کے ریزہ چیں ہیں۔

نبوی معاشرے کے بنیادی اجزاء میں سے ایک امر بالمعروف نہی عن المنکر تھا، نیکی کی تلقین اور برائی سے روک تھا م ، نبوی معاشرے کا ہر فرد اس عمل سے چوبیس گھنٹوں میں کبھی بھی غافل نہیں ہوتا تھا اسی وجہ سے اس معاشرے میں کرائم لیول زیرو تھا نہ صرف کرائم لیول زیرو تھا بلکہ اسی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی برکت سے نبوی معاشرہ جسمانی بیماریوں سے بھی محفوظ تھا۔

آج کی جاں بلب انسانیت کو بھی نبوی تعلیمات اور نبوی معاشرت کی ضرورت ہے، ہمارا معاشرہ انسانیت کے لیول سے نیچے گر چکا ہے، تعلیم میں ہم دنیا سے بہت پیچھے ہیں، صحت میں بھی بہت پیچھے ہیں، نظام عدل وانصاف میں پہلے سو ممالک میں ہمارا نام نہیں، گڈ گورننس نام کی چیز موجود نہیں، طاقت ور اور کمزور کے لیے قانون کی الگ الگ تشریحات کی جاتی ہیں۔

اسی طرح نبوی معاشرہ کو نبی کریم ﷺ نے تعاونوا علی البر والتقوی والا تعاونو اعلی الاثم والعدوان پر کھڑا کیا تھا کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے کا بھر پور ساتھ دینا اور برے کاموں میں بالکل بھی ساتھ نہیں دینا اس سے معاشرہ اخلاقی برائیوں سے بالکل پاک ہوگیا تھا۔

اسی طرح دین پر عمل کرنے کا جذبہ تمام کاموں اور تمام جذبوں پر غالب تھا ،دینی تقاضا آنے کے بعد ان کے ذاتی تقاضے دور کہیں پیچھے رہ جاتے تھے ،اسی طرح نبوی معاشرے کی ایک خاصیت یہ تھی کہ ان میں ایمانداری ،خوف خدا،خشیت الٰہی ،عفوو درگزر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس سے ان کی معاشرتی خوبصورتی کو چار چاند لگے اور وہ ایک مکمل متمدن معاشرہ کہلوایا۔

نبی کریم ﷺ کی معاشرتی زندگی:

نبوی معاشرے کی جتنی بھی

خوبصورتیاں ہم اوپر پڑھ کر آئے ہیں ان سب کی نبی کریم ﷺ نے صرف تبلیغ نہیں کی بلکہ خود عمل کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سکھلایا، نبی کریم ﷺ کی معاشرتی زندگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے عملی نمونہ تھی اور نبی کریم ﷺ احکامات الٰہی پر عمل پیرا ہونے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں زیادہ آگے اور مستعد تھے۔

نبی کریم ﷺ کی معاشرتی زندگی پر کوئی صاحب فکر و دانش انگلی نہیں اٹھا سکتا، اتنی جامع و مکمل معاشرتی زندگی دنیا میں آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو عطا ہی نہیں کی گئی، حسنِ معاشرت کے تمام چشمے نبی کریم ﷺ کی قدموں سے پھوٹے، تہذیب و تمدن کی تمام رعنائیاں آپ ﷺ کے قدموں کے صدقے اس کائنات کے معاشروں کو خیرات کی گئیں، فلاح انسانی کے تمام رستے آپ ﷺ کی معاشرتی زندگی کے رہین منت ہیں، دنیاوی سطوت و اخروی نجات کی تمام جہتیں آپ ﷺ کے نقشِ پا میں پنہاں ہیں۔

آج کی جاں بلب انسانیت کو بھی نبوی تعلیمات اور نبوی معاشرت کی ضرورت ہے، ہمارا معاشرہ انسانیت کے لیول سے نیچے گر چکا ہے، تعلیم میں ہم دنیا سے بہت پیچھے ہیں، صحت میں بھی بہت پیچھے ہیں، نظام عدل و انصاف میں پہلے سو ممالک میں ہمارا نام نہیں، گڈ گورننس نام کی چیز موجود نہیں، طاقت ور اور کمزور کے لیے قانون کی الگ الگ تشریحات کی جاتی ہیں غرض معاشرتی بدحالی اور اخلاقی زبوں حالی کی ریڈ لائن عبور کر چکے ہیں ایسے میں بہت زیادہ ضروری ہے کہ ہم نبوی معاشرت کو آئیڈیل بنائیں اور انہی خطوط پر اپنے معاشرے کی تشکیل کریں۔

متاعِ عقل

ایران کے ایل خانی بادشاہ غازان محمود کے دربار میں علما مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ ایک اجنبی شخص پھٹے پرانے کپڑوں میں آیا اور پچھلی صف میں بیٹھ گیا۔ کسی موضوع پر اس کی رائے بھی طلب کی گئی۔ اس نے ایسا عالمانہ جواب دیا کہ غازان نے اسے دوسری صف میں بٹھا دیا۔ اور تیسری تقریر پر اپنے پہلو میں جگہ دی۔

جب مجلس برخاست ہوئی اور علماء رخصت ہونے لگے۔ غازان نے اسے روک لیا۔ اس کے فضل و دانش کی تعریف کی، اسے نئے کپڑے پہنائے اور پھر شراب منگوائی۔ جب جام اس کی طرف بڑھا تو اس نے کہا:

''اے غازان! میں آج پچھلی صف سے تمہاری مسند تک صرف عقل کی بہ دولت پہنچا، تو کیا تم شراب پلا کر مجھے اس متاع سے محروم کرنا چاہتے ہو؟''

(دانش عرب و عجم از ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

★ ★ ★ ★ ★ ★

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک اندرونی اور ایک بیرونی۔ کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دونوں رخوں کے حالات بے نقاب کیے جائیں۔

بیرونی زندگی اس حالت کا نام ہے جو انسان عام لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصہ کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لیے کثرت سے شواہد دستیاب ہوسکتے ہیں۔ اور اندرونی زندگی سے خانگی یعنی گھریلو زندگی مراد ہے، جس سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے۔ ہرفرد اپنے گھر کی چاردیواری میں آزاد ہوتا ہے۔ اور اپنی زوجہ اور اہل خانہ سے بے تکلف ہوتا ہے۔ انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں۔ ایسی صورت میں انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے سب سے بہتر کسوٹی یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آجائیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دو پہلو تھے، ایک بیرونی زندگی کا اور ایک خانگی زندگی۔ بیرونی زندگی کے حالات بتمام وکمال حضرات صحابہ کرامؓ نے دنیا تک پہنچائے۔ جس کی نظیر کسی ملت اور مذہب میں نہیں۔ کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل، تحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا اس کا عشرعشیر بھی دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانگی اور اندرونی حالات کو امہات المؤمنین یعنی ازواج مطہرات نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس سے اندرون خانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت، تہجد، شب بیداری، فقیری، درویشی، اخلاق اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آگئے۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرنور کی خدا ترسی، راست بازی اور پاک دامنی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رات کی تاریکیوں میں جبکہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا، کس طرح آپ اللہ کی عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے جس کے لیے سورہ مزمل شاہد عدل ہے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کے علاوہ بھی دس عورتوں سے نکاح فرمایا تاکہ عورتوں کی ایک کثیر جماعت آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔ اس لیے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہوسکتی ہے کوئی دوسرا شخص ہرگز ہرگز واقف نہیں ہوسکتا۔ اس لیے آپ نے متعدد نکاح فرمائے تاکہ آپ کی خانگی

زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق سے دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔ اور شریعت کے وہ احکام ومسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے، ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواج مطہرات کے ذریعے سے ہو جائے۔

حضور ﷺ کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا معاذ اللہ حظ نفس کے لیے نہیں تھا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ایک شادی کے تمام شادیاں بیواؤں سے کی ہیں، جو نہ اپنے حسن وجمال کی خاطر مشہور تھی اور نہ مال ودولت کے اعتبار سے، بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اور نہ آپ کے یہاں کوئی عیش وعشرت کا سامان تھا بلکہ فقط مقصود یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں، ان کی تبلیغ عورتوں ہی کے ذریعے ہوسکتی ہے، اور امہات المؤمنین کے حجرے درحقیقت امہات اور معلّمات کے حجرے تھے۔

جس ذات بابرکات کے گھر دو دو مہینے چولہا نہ جلتا ہو اور پانی اور کھجور پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گزارہ ہو، اور جس کا دن مسجد میں اور رات مصلے پر کھڑے ہوئے اس طرح گزرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں مبارک پر ورم آجائے وہاں عیش وعشرت کا تصور ہی محال ہے۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز اور سراپا مصلحت آمیز تعدد ازواج پر تو عیش پسندی کا الزام لگائیں، اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کی لاتعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں۔ زنا جو کہ تمام انبیاء ومرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکما کی حکمتوں میں قبیح اور شرمناک فعل رہا، مغرب کے مدعیانِ تہذیب کو اس کا قبیح ہونا نظر نہیں آتا اور تعدد ازواج جو کہ تمام انبیاء ومرسلین اور تمام حکما وعقلا کے نزدیک جائز ومستحسن رہا ہے وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے۔

ان مہذب قوموں کے نزدیک تعدد ازواج تو جرم ہے لیکن زنا کاری اور غیر عورتوں سے آشنائی جرم نہیں۔ ان مہذب قوموں میں تعدد ازواج کی ممانعت کا تو قانون موجود ہے مگر زنا کی ممانعت کا کوئی قانون نہیں ہے۔

تعدد ازواج کے جواز اور استحسان کا اصل سبب یہ ہے کہ تعدد ازواج عفت، پاک دامنی، تقوی اور پرہیز گاری جیسی عظیم نعمت اور صفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ جو لوگ تعدد ازواج کے مخالف ہیں وہ اندرونی خواہشوں اور بیرونی افعال کا مطالعہ کریں، جو قومیں زبان سے پاک تعدد ازواج کے منکر ہیں وہ عملی طور پر ناپاک تعدد ازواج یعنی زنا اور بدکاری میں مبتلا اور گرفتار ہیں۔ ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست درازی نے یہ ثابت کر دیا کہ فطرت میں تعدد ازواج کی آرزو موجود ہے ورنہ ایک عورت پر قناعت کرتے۔ خداوند علیم وحکیم نے اپنے قانون میں انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں کی رعایت فرما کر ایسا قانون تجویز فرمایا کہ جو مختلف جذبات والی طبائع کو بھی عفت، تقوی اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھ سکے۔

۞۞۞

قائد اعظم ایک عبقری شخصیت

گل اکرام ہزاروی

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی شخصیت بے مثال شخصیت تھی۔ اُن جیسی عظیم شخصیتوں کا سراغ تاریخ میں کم کم ہی ملتا ہے۔ وہ ایک عظیم قائد، عظیم ماہر، عظیم سیاستدان، ممتاز قانون دان، بیمثال رہنما اورفقید المثال دانشور تھے۔

وہ لوگوں کے دلوں پر راج کرتے تھے اورلوگوں کے ذہنوں میں بستے تھے۔ انہوں نے اپنی طلسماتی شخصیت کے سحر سے ایک منتشر قوم کو اکٹھا کیا، ایک پرچم تلے جمع کیا اور متحد کیا۔ ایک ایسی بکھری ہوئی قوم کو جو مدتوں سے اپنا الگ تشخص کھو چکی تھی یکجا کرنا آسان کام نہ تھا مگر انہوں نے یہ بھی کر دکھایا۔

مسلمانانِ برصغیر نے اُن کی آواز پر لبیک کہا اور غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے ان کی رہنمائی میں چلنے کو آمادہ اور مستعد ہو گئے، والہانہ اُن کی طرف لپکے اور ایک مقصد کے لیے یک جان ہو گئے۔ قائد اعظم نے مایوس قوم کو ایسی قیادت مہیا کی جو ولولہ انگیز تھی، پر جوش تھی، مخلص تھی، جس کی کرشمہ سازیوں نے سب کو مسحور کر کے رکھ دیا۔

قائد اعظم دیانت و امانت کا پیکر، راست باز، راست گو، خوش لباس، خوش اطوار اور پاک باز تھے۔ ڈرتے نہیں تھے سوائے اللہ کے، دبتے نہیں تھے سوائے حق کے، حق بات پر ڈٹ جانے والے، اصولوں پر سمجھوتہ نہ کرنے والے پکے، سچے سیاست دان تھے۔ انہوں نے سیاست کو وقار عطا کیا، اعتبار عطا کیا، جو کہا وہ کیا، جو نہ کیا اُس کا ذکر بھی نہ کیا۔ وہ کامیاب و کامران تھے۔ قانون کی اعلیٰ تعلیم ملک سے باہر حاصل کی۔ آزادانہ ماحول میں رہے مگر دامن پر کوئی چھینٹ نہ پڑنے دی۔ کردار پر کوئی حرف نہ آنے دیا، گفتار سے کسی کو گھائل نہ کیا۔ نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو رہے ...! اُن کی نرم خوئی میں سختی تھی، اصولوں کی، سچائی کی، عزم کی، عمل کی، وہ جانتے تھے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

قائد اعظمؒ ایک ایسے عظیم قائد تھے جو کسی کے آگے جھکنا نہیں جانتے تھے، وہ سامراج اور رام راج سے بیک وقت ٹکرائے۔ انہوں نے انگریزوں کی صدیوں کی غلامی سے نجات دلانے کی ٹھانی اور ہندوؤں کی بالا دستی کے پھندے کو بھی تار تار کیا، وہ دو قومی نظریے کے علمبردار بن کر اُبھرے، انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو عظمتِ رفتہ یاد دلائی، ان کے دلوں کو ایک ولولہ تازہ دیا...! وہ مخلص، انتھک کام کرنے

والے تھے، بظاہر فولادی مگر دردمند دل رکھنے والے، قول کے سچے، بات کے پکے، اصولوں کے پابند تھے۔ اُن کا دل برصغیر کے نو کروڑ مسلمانوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔ پوری ملت اسلامیہ بھی اُن کی ہر بات کو، ہر اشارے کو، ہر حکم کو تسلیم کرتی اور بلاچوں وچرا عمل کرتی تھی۔ اُن کا ماٹو کام، کام اور کام تھا۔

قائداعظم نہایت کفایت شعار بلکہ جزرس تھے، ایک ایک پائی کا حساب رکھتے، قوم کا پیسہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کا تصور بھی نہ کرتے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1900ء میں وہ عارضی طور پر پریزیڈنسی مجسٹریٹ بمبئی مقرر ہوئے تو اس مختصر سی مدت ملازمت میں بھی اپنے دائمی نقوش ثبت کر دیے۔ انہوں نے جلد ہی اس منصب سے استعفیٰ دے کر سبکدوشی اختیار کر لی کیونکہ کامرانی وکامیابی کی کرن ان کے قدم چوم رہی تھی۔ ان کی وکالت کی پریکٹس کی جلد دھوم مچ گئی۔ انہوں نے ہزاروں، لاکھوں کمائے وہ حصول رزق حلال کے لئے عملی نمونہ تھے۔

قائداعظم نے ایک نئی اسلامی مملکت کو دنیا کے نقشے پر ابھار کر ایسا کارنامہ انجام دیا، جسے بعض عاقبت اندیش مجذوب کی بڑ سمجھتے تھے۔ دیوانے کا خواب قرار دیتے تھے مگر جب اس خواب کو ''پاکستان'' کی صورت میں عملی تعبیر ملی تو ایک دنیا ان کی دانشمندی کی معترف ہوگئی۔ بڑے بڑے دانشوروں اور دانشمندوں اور سیاستدانوں نے ان کی اہلیت، صلاحیت اور قابلیت کو خراج تحسین پیش کیا۔

قائداعظم قیام پاکستان کے بعد، پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے تو انہوں نے بطور ٹوکن محض ایک روپیہ ماہانہ تنخواہ لینا قبول کی۔

انہوں نے جتنی جائیداد چھوڑی وہ اپنی ذاتی کمائی سے چھوڑی وہ انتہائی بلند مرتبت وکیل ہونے کے باوجود جو فیس طے کرتے اسی پر اکتفا کرتے۔ عام وکیلوں والے حربے استعمال نہ کرتے۔ مزید کے خواہاں نہ ہوتے بلکہ مقررہ حاصل کردہ فیس میں سے بھی رقم واپس کر دیتے۔

قائداعظم نے اپنے حق کی کمائی سے اسلامیہ کالج پشاور لاہور اور کراچی کے بہت سے تعلیمی اداروں کے لئے جی کھول کر عطیہ دیا، وہ مسلمانوں کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کو وقت کی اہم ضرورت خیال کرتے تھے۔ افسوس! انہیں موت نے مہلت نہ دی ورنہ ''پاکستان'' کا نقشہ ہی اور ہوتا۔ پاکستان کا وجود ایک ناتواں مگر آہنی جسم اور اعلیٰ دل و دماغ کی کارکردگی کا زندہ جاوید کرشمہ ہے۔ ایک ایسا معجزہ ہے جسے چشم عالم نے حیران ہو کر دیکھا۔ پاکستان کے قیام کو ان کا سہانا سپنا، مجذوب کی بڑ، دیوانے کا خواب قرار دینے والے کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ''پاکستان'' قائم و دائم ہے اور انشاء اللہ تاابد پائندہ وتابندہ رہے گا۔ ۞۞۞

دُرُودِ تُنَجِّینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔

قمرالزمان چوہدریؒ

سردار مظہر
ناظم اعلیٰ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

یہ نظامِ کائنات، اس کی ظاہری رعنائیاں اور اس کی چہل پہل سب فانی ہیں اور ایک دن سب نے فنا ہو جانا ہے۔ یہاں جو بھی آیا ہے وہ عارضی آیا ہے اور اس نے وقت مقررہ پر واپس پلٹ جانا ہے۔ تاریخ انسانی میں اربوں کھربوں لوگ آئے، وقت گزارہ اور ابدی نیند سو گئے۔ ان میں چند دیدہ ور شخصیات ایسی بھی ہیں جو دنیا میں تو آئیں لیکن بہت کم وقت کے لیے اور جاتے جاتے لوگوں کے دل و دماغ میں نقش چھوڑ گئیں۔ لوگوں کے کردار و افعال اور خیالات کو بے راہ روی اور ضلالت و گمراہی کی دلدل سے نکال کر راہِ ہدایت پر چلا گئیں۔

ان دیدہ ور شخصیات میں ایک ہمارے مربی و محسن، ہزاروں نوجوانوں کے دلوں میں بسنے والے ہمارے قائد برادر قمر الزمان چوہدری مرحوم بھی ہیں۔ جنہوں نے دنیاوی زندگی کی بہاریں تو بہت تھوڑی گزاریں لیکن وہ نام کی طرح اپنے کام سے سینکڑوں لوگوں کے لوحِ قلوب و اذہان میں ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید ہو گئے۔ کہاوت ہے کہ: ''کام اتنی خاموشی سے کرو کہ تمہاری محنت شور مچا دے'' وہ اس کے کامل مصداق تھے۔ جنہوں نے سینکڑوں نوجوانوں کو ہاتھ سے پکڑ کر صراطِ مستقیم پر چلنا سکھایا۔ جن کی بدولت ان گنت نوجوان عشق مصطفی ﷺ اور حب اصحابِ رسولؓ سے منور ہوئے۔ جن کی شب روز کی کوششوں نے نوجوانوں کو وطن عزیز پاکستان کو مستحکم بنانے کے لیے تیار کیا۔ وہ خود تو منوں مٹی کے نیچے سو گئے مگر اپنا نظریہ، سوچ و افکار اور اپنا مشن و کاز لوگوں کے دلوں میں پیوست کر گئے اور یہ پیغام دے گئے کہ:

مِلّت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے، امیدِ بہار رکھ

برادر قمر الزمان چوہدری نے 80 کی دہائی میں خانیوال کے نواحی علاقہ تلمبہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں آنکھ کھولی۔ نومولود بچے کا نام ''قمرالزمان'' تجویز کیا گیا جو آگے چل کر حقیقی معنوں میں آسمان کے قمر کی طرح روشن ہوا۔ دنیا کی سب سے بڑی درسگاہ آغوش مادر میں تربیت پانے کے بعد ابتدائی تعلیم کے لیے آپ کو علاقہ کی معروف دینی شخصیت قاری عبدالرحمن رحمہ اللہ کے پاس داخل کرا دیا گیا۔ قاری صاحب کے پاس آپ نے ناظرہ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کی بھی تکمیل کی۔

حفظ قرآن کریم کے بعد مزید دینی تعلیم کے لیے آپ کو مولانا اشرف شاد صاحب کے پاس جامعہ اشرفیہ مانکوٹ ضلع

خانیوال داخل کرا دیا گیا۔ جامعہ اشرفیہ میں آپ نے درس نظامی کے ابتدائی کتب کے ساتھ ساتھ درجہ خامسہ تک مختلف علوم ومعارف اور فنون حاصل کیے۔ بعد ازاں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ایک قصبے سے نکل کر آپ پاکستان کے دل لاہور، جامعہ مدینہ جدید تشریف لے گئے۔ وہاں اپنے بزرگوں اور اساتذہ کے زیر سایہ رہتے ہوئے آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے عصری تعلیم پر توجہ مرکوز رکھی۔ آپ نے جامعہ پنجاب سے بی اے کی ڈگری امتیازی نمبروں میں حاصل کی اور بی اے کے بعد ایم فل کیا اور پی ایچ ڈی آپ کی زندگی کا وہ ادھورا خواب تھا جس کا آغاز تو کیا لیکن زندگی نے وفانہ کی کہ اس دارِفانی سے چل بسے۔

برادر قمر الزمان چوہدری مرحوم ایک مایہ ناز مبلغ اور مقرر بھی تھے۔ لفظوں کو جملوں میں پرونے کا فن بڑی اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ نے اپنے تعلیمی دور میں ہی بہت سے تقریری مقابلوں میں حصہ لیا اور پوزیشنیں حاصل کی۔ بات سمجھانا آپ پر ختم تھا۔ آپ کی گفتگو معلومات کا انبار ہوتی تھی۔

> **اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں امت مسلمہ کا درد کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا۔ ہمہ وقت ملک وملت کے لیے فکر مند رہتے۔ اپنے اندر ایک تحریک کو محسوس کرتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے 11 جنوری 2002 کو اپنے چند باہمت، صالح، متدین ساتھیوں کے ساتھ مل کر ''مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان'' کی بنیاد رکھی۔ جماعت میں انہوں نے ایک ورکر کی طرح کام کیا۔ عہدوں کی طمع سے کوسوں دور تھے۔**

لکھنا لکھانا آپ کا ایسا شوق تھا جس سے تاحیات منسلک رہے۔ آپ کے لکھے ہوئے کالم اور مضامین ملک بھر کے بڑے بڑے اخبارات اور جرائد کی زینت بنتے۔ مختلف اخبارات میں مختلف ذمہ داریوں پر کام کیا۔ روزنامہ اسلام کی سب ایڈیٹر اور ماہانہ نقیب طلبہ کی ایڈیٹر کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ نقیب طلبہ کی ملک بھر میں ترسیل بھی آپ خود کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں امت مسلمہ کا درد کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا۔ ہمہ وقت ملک وملت کے لیے فکر مند رہتے۔ اپنے اندر ایک تحریک کو محسوس کرتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے 11 جنوری 2002 کو اپنے چند باہمت، صالح، متدین ساتھیوں کے ساتھ مل کر ''مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان'' کی بنیاد رکھی۔ جماعت میں انہوں نے ایک ورکر کی طرح کام کیا۔ عہدوں کی طمع سے کوسوں دور تھے یہی وجہ ہے جماعت میں مختلف ذمہ داریوں پر کام کیا۔ بہت سے چھوٹوں چھوٹوں کو ہاتھ سے پکڑ کر بڑا بنایا۔ جہاں بھی جماعت کو ضرورت ہوتی توصفِ اول میں نظر آتے۔ جماعت کی تشہیر کا مکمل کام تنِ تنہا سرانجام دیتے۔ دوستوں سے مربوط رہنا ان کی زندگی کا خاصہ تھا۔

ہنس مکھ چہرے کے مالک اور انتہائی ملن سار تھے۔ ملنے والے آپ کے اخلاق اور خندہ پیشانی کی بدولت پہلی ہی

ملاقات میں آپ پر دل ہار بیٹھتے۔ ہر تعلق دار کو مکمل حیثیت دیتے۔ تعلق ایسے نبھاتے کہ تعلق دار یہ سمجھنے پر مجبور ہوجاتا کہ قمر بھائی سب سے زیادہ مجھ سے ہی پیار وانس رکھتے ہیں۔ تنظیمی امور، گھریلو معاملات اور زندگی کی دیگر مصروفیات ان کے رابطوں میں کمی نہ لاسکی وہ ہمیشہ پُرعزم رہتے۔ دوست احباب کے ساتھ ان کو خصوصی لگاؤ تھا۔ اپنے متعلقین کے دکھ درد سے باخبر رہتے اور ان کی خوشی غمی میں بھی شریک ہوتے۔ انہوں نے حتی الامکان کسی کو شکوے کا موقع نہیں دیا۔

اگر دیکھا جائے تو قمر الزمان ایک شخصیت نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام تھا۔ وہ ایک فرد نہیں بلکہ کئی افراد پر مجتمع دماغوں کے مجموعہ کا نام تھا۔ وہ ایک پھول تھے جو اپنی خوشبوئیں بکھیرتے رہے اور سبھی کے دل و دماغ کو معطر کرتے رہے۔ وہ ایک تناور درخت کی مانند تھے جو اپنے سائے سے ہزاروں لوگوں کو نفع پہنچاتے رہے۔ وہ ایک شیریں سمندر کی مانند تھے جس سے سینکڑوں لوگوں نے اپنی علمی، فکری اور نظریاتی پیاس بجھائی۔

آج قمر بھائی تو ہم میں نہیں رہے مگر ان کی یادیں آج بھی تازہ ہیں۔ ان کے تذکروں سے آج بھی دل مغموم اور آنکھیں نم ہوجاتی ہیں۔ جب بھی ان کے گھر جانا ہوتا ہے ایسے ہی لگتا ہے کہ کسی طرف سے ابھی قمر بھائی آرہے ہیں۔ ان کے معصوم بچوں کو دیکھ کر بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ انہوں نے ایسا پیار اور محبت دیا کہ جب بھی ان کا تذکرہ کرتے ہیں یا لکھتے ہیں بلا اختیار آنکھیں برس پڑتی ہیں۔ جب بھی کسی کے سامنے قمر بھائی کا ذکر کرتے ہیں تو سر فخر سے بلند ہوجاتا ہے اور دل میں ایک عجیب قسم کی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ہماری تربیت میں اس شخصیت کی تگ ودو شامل ہے جو صرف نام کا ہی نہیں بلکہ کردار کا بھی قمر تھا۔ جس کا نام، کام، مقام اور کردار جماعت میں ایسے ہی روشن تھا جیسے آسمان دنیا کا قمر اوائل شب کے ساتھ ہی چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے کچھ ایسا ہی مقام اللہ نے قمر بھائی کو دیا تھا۔ ۞ ۞

> جب بھی کسی کے سامنے قمر بھائی کا ذکر کرتے ہیں تو سر فخر سے بلند ہوجاتا ہے اور دل میں ایک عجیب قسم کی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ہماری تربیت میں اس شخصیت کی تگ ودو شامل ہے جو صرف نام کا ہی نہیں بلکہ کردار کا بھی قمر تھا۔ جس کا نام، کام، مقام اور کردار جماعت میں ایسے ہی روشن تھا جیسے آسمان دنیا کا قمر اوائل شب کے ساتھ ہی چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے

آخری صحابی

ابو الطفیل عامر بن واثلہ، صحابہ کرام میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے۔ آپ کی تاریخ وفات 110ھ ہے۔

ابو الطفیل عامر بن وائلہ بن عبد اللہ بن عمر واللیثی، مکہ کے رہنے والے تھے اور جس سال جنگ احد ہوئی اس سال یہ پیدا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں 8 سال رہے۔ آپ مکہ مکرمہ میں ہی دفن ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ ایک عہد ساز شخصیت

عبد الرؤف چوہدری

حضرت شیخ الہندؒ وہ آئینہ ہے جس کے تلمذ سے دار العلوم دیوبند کا افتتاح ہوا اور آپ ''ملا محمودؒ'' کے وہ مایہ ناز شاگرد ''محمودؒ'' ہیں جن کی بدولت دار العلوم بھی ''محمودؒ'' بنا۔ اس با کمال آئینے نے 1267 ہجری بمطابق 1852ء مولانا ذوالفقار علی صاحب (رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند) کے ہاں بریلی میں آنکھ کھولی۔ مولانا مرحوم نے اپنے اس پہلے بیٹے کا نام ''محمود حسن'' رکھا جو آگے چل کر دنیا بھر کے مسلمانوں کے ہاں حقیقی معنوں میں ''محمود'' بنا، برصغیر میں تحریک آزادی ہند کا ہیرو بن کر چمکا اور ہندوستان میں مقیم مختلف مذاہب سے وابستہ اقوام و افراد آپ کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہونے پر مجبور ہو گئے۔

آپ جب چھ سال کے ہوئے تو آپ کو ابتدائی تعلیم و تربیت کے لیے میاں جی عبد اللطیف کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ نے میاں جی سے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ بعد ازاں اپنے چچا مولانا مہتاب علی سے فارسی کتب کی تکمیل کی اور عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔

آپ اپنی عمر کی پندرہویں بہار گزار رہے تھے کہ قصبہ دیوبند میں مولانا قاسم نانوتویؒ اور حاجی عابد حسینؒ نے دار العلوم کی بنیاد رکھی تو یہی طالب علم ''محمود حسن'' درسگاہ علومِ نبوی کے پہلے طالب قرار پائے اور تا قیامِ دار العلوم دیوبند آنے والے ہر طالب علم کی خیر و برکات میں شراکت دار بنے۔ آپ نے دار العلوم دیوبند میں اپنے تعلیمی دور میں ملا محمودؒ اور مولانا یعقوب نانوتویؒ سے مختلف علوم و فنون حاصل کیے۔

1286 ہجری میں آپ نے مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے حدیث اور دیگر کتب پڑھیں۔ حضرت نانوتویؒ کے پاس آپ کا سلسلہ تعلیم سفر و حضر میں جاری رہتا تھا۔ حضرت نانوتویؒ جیسے کامل آفتاب کی خدمت میں ایسا باکمال آئینہ پیش کر دیا گیا تھا جس نے نہ صرف نور آفتاب کو سمیٹا بلکہ اس کی تمام حرارتوں کو بھی اپنے اندر سمو لیا۔ حضرت نانوتویؒ سے تعلیمی سلسلہ مکمل کرنے کے فوراً بعد آپ کو اپنے مادر علمی دار العلوم دیوبند میں معین مدرس رکھ لیا گیا۔ ایک سال بعد ہی آپ کی خداداد صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو پندرہ روپے ماہانہ مشاہرے پر مستقل مدرس رکھ لیا گیا۔

1290ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی اور دار العلوم کے پہلے فاضل ہونے کا اعزاز بھی آپ کے حصہ میں آیا۔ حضرت نانوتوی و گنگوہی رحمہما اللہ کی تعلیم و تربیت نے ایسا گوہر نایاب تیار کر دیا تھا کہ

جس نے دارالعلوم کو چار چاند لگا دیے اور طول وعرض میں اپنی علمی اور تدریسی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ آپ نے انتہائی قلیل عرصے میں دارالعلوم میں ایک منفرد مقام حاصل کرلیا اور اپنی تدریس کے چند ہی سال میں بخاری شریف جیسی حدیث کی معرکۃ الاراء کتاب کی تدریس آپ کے سپرد کردی گئی۔

1294ھ میں آپ نے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس کا سفر اپنے مایہ ناز استاد حضرت نانوتوی کی معیت میں کیا اور حضرت نانوتوی نے وہاں مقیم اپنے استاد مکرم شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے آپ کو سندِ حدیث کی اجازت لے کردی۔

دارالعلوم کے مدرسِ اول مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا سید احمد صاحب کو صدر مدرس جب کہ مولانا محمود حسن کو مدرس سوم بنا دیا گیا۔ حضرت سید صاحب کچھ عرصہ تک صدر مدرس رہے پھر حجاز مقدس تشریف لے گئے تو قبائے صدارت حضرت شیخ الہندؒ کو پہنا دیا گیا اور یوں آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس منتخب ہوئے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے 1914ء تک تقریباً چالیس سال دارالعلوم میں علمی اور تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ چونکہ آپ حضرت نانوتوی کے تلمیذ رشید اور ہم راز رفیق تھے اس لیے دارالعلوم دیوبند کے اصل منشا سے بہ خوبی واقف تھے۔ اسی لیے آپ کی تدریس خشک اور جامد زہد وتقوی کی تلقین نہیں کرتی تھی۔ بلکہ آپ کی تعلیم وتربیت نے ایسے مشاہیر علم پیدا کیے جو آسمان سیاست کے روشن ستارے، زہد وتقوی کے امام اور میدان جہاد کے غازی تھے۔ ایک ہی وقت میں آپ کے تلامذہ کی مجالس میں اگر نفس باطن کی اصلاح ہوتی تھی تو وہیں پر آنے والے داعیانِ حق کے دل ودماغ کو دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کے لیے بھی تیار کیا جاتا تھا۔

آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے والے تو شاید ہزاروں میں ہوں گے، اور انہوں نے اپنے اپنے مقام پر خوب دین کا کام کیا لیکن ان میں ایسے ہیرے بھی موجود ہیں جن کے تلامذہ سے بھی بعد والے پڑھنا سعادت سمجھتے تھے۔ ان میں سرفہرست شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنیؒ ہیں جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی جانشینی کا حق ادا کیا اور آپ کی سوچ کو پروان چڑھایا۔ درسگاہ شیخ الہندؒ سے کسبِ فیض کرنے والوں میں، ہندوستان کے باسیوں میں انقلاب کی روح پھونکنے والے مولانا عبیداللہ سندھی، ابوحنیفہ وقت مفتی کفایت اللہ دھلوی، سینکڑوں کتب کے مصنف اور ہزاروں علماء کے روحانی پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی، امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اعزاز علی دیوبندی، مولانا احمد علی لاہوری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا عزیر گل رحمہم اللہ نمایاں ہیں۔

1880ء میں آپ کے استاد حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے انتقال فرمایا تو حضرت شیخ الہندؒ نے فضلاء دارالعلوم دیوبند کو متحرک رکھنے کے لیے ''ثمرۃ التربیت'' کے نام سے ایک جماعت قائم کی اور ایک طویل عرصہ ثمرۃ التربیت فعال رہی اور تحریک آزادی کی ابتدائی راہیں ہموار کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

اس انجمن کا نام خود ایک لائحہ عمل کی خبر دیتا ہے اور اس کا قیام واضح کرتا ہے کہ

تمام تر انقلابی تحریکوں سے قبل حضرت شیخ الہندؒ نے ایک بنیاد قائم کر دی تھی۔

ایک عرصے تک اس انجمن نے فعال کردار ادا کیا۔ جب اس میں بہ ظاہر سستی نظر آئی تو ثمرۃ التربیت کے تیس سال بعد، جب ہر طرف لوگ کسی تبدیلی کے منتظر تھے۔ اور ان کے دماغوں میں نئی ہوا بھری ہوئی تھی۔ اور وہ اس تحریک کے نتیجے کے منتظر تھے کہ اکتوبر 1909ء میں حضرت شیخ الہندؒ کی سربراہی میں ''جمعیۃ الانصار'' کا وجود عمل میں لایا گیا۔ جمعیۃ الانصار کے نظام کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے دارالعلوم دیوبند میں دستار بندی کے نام سے ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا جس میں تقریباً تیس ہزار باشندگانِ اسلام نے شرکت کی۔ یہ ہندوستان کی تاریخ کا پہلا سب سے بڑا اجتماع تھا جو اس سے قبل کسی تحریک کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ اس اجتماع کو اور اس سے زیادہ اس کے حسن انتظام کو کرامت خیال کیا گیا۔ جمعیۃ الانصار کے ناظم حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ رشید مولانا عبیداللہ سندھی منتخب ہوئے۔ جمعیۃ الانصار کا تین روزہ پہلا اجلاس مراد آباد میں منعقد ہوا۔

1912ء میں دنیائے اسلام پر ایک نئی مصیبت یہ آئی کہ بلقان کی ریاستوں کو شاطر برطانیہ اور اس کی ہم نوا حکومتوں نے ترکوں کے مقابلے میں کھڑا کر دیا اور اور بلقانیوں کے ذریعے ترکوں کے ساتھ وہی کرنا چاہا جو جرمنی اور اٹلی نے اسپین میں جمہوری حکومت کے مقابلے میں کیا تھا۔ اور دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ کان پور میں ایک سڑک کو سیدھے کرنے کے لیے مسجد کو شہید کر دیا گیا۔ مسلمانوں نے مسجد کی حمایت میں اپنے سینے پیش کیے جو درندہ صفت فوج کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ ان دونوں واقعات نے مسلمانوں کو ایک نقطے پر جمع کر دیا اور آزاد حکومت کے قیام کی جدوجہد تیزی سے جاری ہوگئی اور دہلی میں ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' قائم کی گئی اور نوجوانان ہند کو درس سیاست دیا جانے لگا۔

ان تمام کارناموں میں حضرت شیخ الہندؒ کی پوری توجہ جس شخصیت کی طرف متوجہ تھی وہ درسگاہ شیخ الہندؒ کی ہی تربیت یافتہ تھی۔ دنیا جسے عبیداللہ سندھی کے نام سے جانتی ہے۔ حضرت شیخ نے ابتداء دیوبند میں اپنے شاگرد رشید کا تعارف کرایا اور بعد ازاں آپ کو دہلی بھیج کر نوجوانوں کی طاقت سے ملانا چاہا۔ اسی غرض سے حضرت شیخ بنفس نفیس دہلی تشریف لے گئے اور ڈاکٹر انصاری سے مولانا سندھی کا تعارف کرایا اور ان کے ذریعے آپ کو حضرت شیخ الہندؒ کے دیگر رفقاء سے ملنے کا موقع ملا۔ دو سال قیام دہلی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی پچاس سالہ محنتوں کو عملی شکل دینے کے لیے مولانا سندھی کو کابل روانہ فرما دیا۔

1913ء میں تحریک ریشمی رومال کا آغاز ہوا۔ تحریک ریشمی رومال کا پس منظر یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے افغانستان سے ایک ریشمی رومال میں حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر رفقاء کار کے نام ایک اہم خط لکھا تھا جو پکڑا گیا۔ اسی مناسبت سے 1913 سے 1920ء تک چلنے والی تحریک ریشمی رومال کے نام سے معروف ہوئی۔

مولانا سندھیؒ کے کابل جانے کے ایام میں انگریز نے خلافت عثمانیہ کو فاسق وفاجر قرار دے کر خلافت کا غیر مستحق گردانا، اور سقوط خلافت کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ اور انگریز کے سرکاری ملا عبدالحق حقانی نے خلافت عثمانیہ کے خلاف فتویٰ دے

ڈالا۔ یہ فتویٰ دو مرتبہ حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا مگر آپ نے سختی سے رد کر دیا اور اس کی تصدیق کرنے والوں کے بارے بھی سخت کلمات کہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی کے کابل پہنچنے پر افغانستان سے براہ راست رابطہ قائم ہو چکا تھا لیکن انقلابی جدوجہد کے لیے سلطنت عثمانیہ سے تعلقات اور رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔ انہی ایام میں حکومت ہند مولانا محمد علیؒ وغیرہ کو نظر بند کر چکی تھی اور حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق بھی یہی منصوبہ تیار ہو چکا تھا مگر حضرت شیخ حالات کو بھانپتے ہوئے 1915ء میں حجاز مقدس کے لیے روانہ ہو گئے۔ حجاز مقدس پہنچ کر حضرت شیخ نے غالب پاشا، انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقاتیں کیں اور اپنی تجویز پیش فرما کر اس کے متعلق مدد کا مطالبہ کیا جس کو سب نے منظور کر لیا۔

غالب پاشا سے ملاقات کے بعد حضرت شیخ الہندؒ جلد از جلد روانہ ہونا چاہتے تھے لیکن سواری مہیا نہ ہونے کی وجہ سے چند روز طائف میں قیام کرنا پڑا۔ انہی ایام میں شریف مکہ کی فوجوں نے طائف پر حملہ کر دیا۔ طائف سے آپ مکہ پہنچے۔ یہاں سے استنبول جانا چاہتے تھے اور اسی غرض سے جدہ بھی تشریف لے گئے لیکن روانگی کی کوئی ترتیب نہ بن سکی تو مجبوراً مکہ واپس لوٹ آئے۔ حضرت شیخ کے حجاز مقدس میں قیام کے ایام میں خان بہادر کو مکہ بھیج کر ایک فتویٰ منگایا گیا جس میں ترک قوم کی تکفیر اور خلافت عثمانیہ سے انکار کیا گیا تھا۔ شریف کے بہت سے علماء کے اس پر دستخط تھے۔ یہ فتویٰ جب حضرت شیخ الہندؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا۔

یہ فتویٰ درحقیقت حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کرنے کا ایک بہانہ تھا تاکہ آپ کی جہد مسلسل کو روکا جا سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا انگریز نے باغی شریف کے ذریعے حضرت شیخ الہندؒ کو اپنے چار رفقاء مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل، مولانا وحید احمد اور حکیم نصرت حسین رحمہم اللہ سمیت گرفتار کر کے مالٹا کے بدنام زمانہ قید خانے میں بھیج دیا۔

مالٹا میں اسیری فرصت کا سب سے بہتر زمانہ تھا جو ایک عاشق خدا اور محب رسول کو میسر آیا تھا۔ حضرت شیخؒ نے اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک ایک لمحہ یاد خدا میں وقف کیا۔ روزانہ اوسطاً دس پارے تلاوت، چار ہزار مرتبہ اسم ذات کا ورد فرماتے۔ دلائل الخیرات اور دیگر اذکار کا

> تحریک خلافت کمیٹی کے بزرگان نے ہی آپ کو ''شیخ الہندؒ'' کا لقب عطا فرمایا جس نے آپ کے نام سے بھی زیادہ شہرت پائی۔ آپ واقعتاً شیخ الہندؒ اور پورے ہندوستان کے مسلمہ قائد تھے۔ آپ کی آمد کی دیر تھی کہ مسلمانوں میں امید کی ایک نئی کرن نے جنم لے لیا۔ آپ کی شب و روز محنت اور کوشش کا امت کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ شہر اور دیہات کے تقریباً تمام لوگ ہی نمازی بن گئے۔ ضلع سہارنپور کی یہ حالت تھی کہ نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مساجد تنگی دامن کا شکوہ کرنے لگیں۔

معمول بھی بہ دستور جاری رہا۔ ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف بھی ہمراہ تھی ان کا درس بھی دیتے رہے۔

حضرت شیخ کو ہندوستان کی سردی بھی خوب ستاتی اور اذیت دیتی تھی۔ سردیوں میں دھوپ میں سونے کا معمول تھا۔ بلکہ معمولی گرمیوں کے زمانے میں بھی یہی معمول ہوتا تھا۔ گھٹنوں میں اکثر درد رہتا۔ سردیوں میں ہاتھ اور پاؤں ورم کر جاتے تھے۔ ایک طرف یہ عالم تھا تو دوسری جانب مالٹا کی یخ بستہ سردی کسی آزمائش سے کم نہ تھی۔ لیکن قربان جائیں حضرت شیخ کی ہمت واستقلال پر کہ اتنی شدید سردی میں بھی شب بیداری میں سستی نہ آنے دی۔ جب نوجوانوں کے لیے لحاف سے منہ نکالنا بھی مشکل ہوتا یہ شیخ وقت رات ڈیڑھ بجے بیدار ہوتا استنجا اور وضو کرتا اور اپنے خالق حقیقی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوجاتا۔ اور پھر پیشاب کا عارضہ بھی تھا، بار بار وضو کرنا پڑتا مگر مجال ہے کبھی بھی اس کی پرواہ کی ہو۔

مالٹا کی تکلیف دہ اور بامشقت اسارت تقریباً چار سال پر محیط تھی۔ لیکن یہ اسیری اس بوڑھے شجر کی جڑوں کو کمزور اور ارادوں کو مضمحل نہ کرسکی۔ اور بالآخر وہ دن آگیا جس کی بہ ظاہر کوئی امیدیں نہیں تھیں۔ 12 مارچ 1920ء کو آپ کو اپنے رفقاء سمیت سرکاری سیکورٹی میں مالٹا سے روانہ کر دیا گیا۔ سیدی بشر اور سویس میں آپ کے قیام کے بعد تین ماہ بعد 07 جون 1920ء آپ کو بمبئی میں چھوڑا گیا تب معلوم ہوا کہ آپ کو رہا کر دیا گیا ہے۔

بمبئی پہنچنے سے قبل ہی سرکاری ملوانے حضرت شیخ الہندؒ کی اصلاح کے لیے انگریز کی خیرخواہی کی تجوری اٹھائے جہاز میں آپ کے پاس آئے اور عمر کے بقیہ ایام یاد خدا میں بسر کرنے اور ہندوستان کی سیاسی گہما گہمی سے دور رہنے کی نصیحتیں کرنے لگے۔ ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھاتا کہ جس کا مزاج ہی سیاست ہو اور دماغ انقلابی وتحریکی ہو وہ امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو دیکھ کر کیسے سکون سے بیٹھ سکتا ہے۔

آپ کی اسارت کے آخری سال ہندوستان میں تین بڑی تحریکوں نے جنم لیا جو آپ کے تلامذہ کی جہد مسلسل کا نتیجہ تھا۔ تحریک خلافت، تحریک موالات اور

> **عبادلہ اربعہ**
>
> مدینہ منورہ میں رہنے والے چار عبداللہ نام کے بڑے فقہاء صحابہ کو عبادلہ اربعہ کہا جاتا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:
>
> حضرت عبداللہ بن عباسؓ،
>
> عبداللہ بن عمرؓ،
>
> عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ،
>
> عبداللہ بن زبیرؓ۔

جمعیت علماء ہند۔ تحریک خلافت کمیٹی کے بزرگان نے ہی آپ کو "شیخ الہندؒ" کا لقب عطا فرمایا جس نے آپ کے نام سے بھی زیادہ شہرت پائی۔ آپ واقعتاً شیخ الہندؒ اور پورے ہندوستان کے مسلمہ قائد تھے۔ آپ کی آمد کی دیر تھی کہ مسلمانوں میں امید کی ایک نئی کرن نے جنم لے لیا۔ آپ کی شب وروز محنت اور کوشش کا امت کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ شہر اور دیہات کے تقریباً تمام لوگ ہی نمازی بن گئے۔ ضلع سہارنپور کی یہ حالت تھی کہ نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مساجد تنگی دامن کا شکوہ کرنے لگیں۔

حضرت شیخ الہندؒ ہندوستان آتے ہی کمر بستہ ہوگئے اور بڑھاپے اور

پیرانہ سالی کی پرواہ کیے بغیر امت کی بیداری کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ آپ نے اہلیان اسلام سے فرمایا کہ ہم نے مالٹا کی اسیری کے دوران غور وخوض اور تدبر وتفکر کیا کہ امت مسلمہ کی اس قدر پستی کی وجہ کیا ہے؟ تو مجھے دو چیزیں سمجھ آئیں۔ قرآن کریم سے دوری اور امت مسلمہ کا افتراق وانتشار۔ لہذا آپ نے رہائی کے فوری بعد ان دونوں کاموں کے لیے اپنی تمام تر توجہات وقف کر دیں۔ تعلیم قرآن کے لیے مکاتب اور دروس قرآن کا آغاز کیا اور امت کے اتحاد واتفاق کے لیے دو بڑے گروہوں ملا اور مسٹر کو ایک ہی لڑی میں پرونے کے لیے جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی اور اس کے لیے تگ ودو شروع کر دی۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد کے ایام میں حضرت شیخؒ کی علالت اس قدر بڑھ چکی تھی کہ کروٹ بدلنے میں بھی دشواری ہوتی تھی۔ خدام نے اس حالت میں سفر کو خطرناک تصور کیا لیکن حضرت شیخؒ نے فرمایا ''اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں ضرور جاؤں گا۔'' چنانچہ پالکی میں لٹا کر حضرت شیخؒ کو دیوبند کے اسٹیشن لے جایا گیا۔ طبیعت اس قدر ناساز تھی کہ بولنے کی بھی ہمت وطاقت نہ تھی۔ آپ کا خطبہ صدارت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا۔ اس سفر سے واپسی پر جمعیت علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس نومبر 1920ء میں ہوا۔ اجلاس میں باتفاق رائے جمعیت علماء ہند کی صدارت حضرت شیخ الہندؒ کو سونپ دی گئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا ''اگر میں اس بیماری سے اچھا ہوگیا تو اس تحریک کو مضبوط کرنے کے لیے پورے ہندوستان کا دورہ کروں گا۔ لیکن خالق حقیقی کو کچھ اور ہی منظور تھا اور شاید فرشتوں کو بھی اس ستر سالہ بوڑھے پر ترس آنے لگا ہوگا جو انگریز کے لیے ہزاروں جوانوں سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ 30 نومبر 1920 بروز منگل اس دار فانی سے کوچ فرما کر خالق کائنات کے حضور پیش ہوگئے۔ آپ کا جنازہ دہلی میں دو جگہ، تیسرا میرٹھ اور چوتھا مظفر نگر کے اسٹیشن پر اور آخری جنازہ دیوبند میں ہوا اور آپ کو اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

❁❁❁

خلفائے راشدین کی مدت خلافت

مولانا نجیب قاسمی صاحب

حضرت ابوبکر صدیقؓ: آپ کا 13 ہجری میں انتقال ہوا، حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر تقریباً 63 سال او رخلافت 11 ہجری سے 13 ہجری تک دو سال تین ماہ دس دن رہی۔ **حضرت عمر فاروقؓ:** یکم محرم الحرام 24 ہجری کو انتقال فرمایا۔ روضہ اطہر میں مدفون ہیں۔ آپ کی خلافت دس سال، چھ ماہ اور چار دن رہی۔ **حضرت عثمان غنیؓ:** 35 ہجری میں 82 سال کی عمر میں آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپؓ کی خلافت گیارہ سال، گیارہ ماہ اور تیرہ دن رہی۔ **حضرت علیؓ:** 17 رمضان المبارک 40 ہجری کی صبح کو ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوگئے اور کوفہ میں دفن کیے گئے۔ اس طرح آپ کی کل عمر تقریباً 63 سال اور آپؓ کی خلافت چار سال اور سات ماہ رہی۔ **حضرت حسنؓ:** 50 ہجری میں 47 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ کی مدت خلافت تقریباً 6 ماہ ہے۔ **حضرت معاویہؓ:** 22 رجب المرجب 60ھ میں 78 سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی اور وہیں باب الصغیر کے قریب دفن کیے گئے۔ 41ھ میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت لی گئی اور آپ تقریباً 20 سال حکمران رہے۔

خلافت بنو امیہ: 41 ہجری سے 132 ہجری تک (750-662)

خلافت بنو عباسیہ: 132 ہجری سے 656 ہجری تک (1258-750)۔

خلافت عثمانیہ: 698 ہجری سے 1342 ہجری تک (1924-1299)۔ غرض کہ 1924 میں تقریباً 1350 سال بعد مسلمانوں کی ایک مرکزی خلافت/حکومت ختم ہوگئی۔

حضرت سعدؓ کا عشق رسول ﷺ

ابو محمد انصاری

احد کا میدان ہے۔ ہر طرف لاشے بکھرے پڑے ہیں۔ زخمی اپنے زخموں کی وجہ سے کراہ رہے ہیں۔ ایک طرف فتح کی خوشی ہے تو دوسری جانب اپنے جانثار ساتھیوں کی شہادت اور زخمیوں کے زخموں سے چور بدن کا غم بھی ہے۔ خود سپہ سالار کا چہرہ اقدس بھی خون کی وجہ سے سرخ گلاب کا منظر پیش کر رہا ہے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔ جانثاران پیغمبر اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہیں۔ گویا کہ ایسا ہی منظر ہے جیسے آسمان دنیا پر رات کے اندھیرے میں چاند چمک رہا ہوتا ہے اور جگ مگ کرتے تارے اپنے مختلف رنگوں کی روشنیوں سے چاند کی روشنی کو مزید خوب صورت بنا رہے ہوتے ہیں۔ آج کا منظر بھی کچھ ایسا ہی نظارہ پیش کر رہا ہے مگر خوشیوں پر غم کی پرچھائیاں چھائی ہوئی ہیں۔

تمام حب دار آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اقدس پر نظریں جمائے کھڑے ہیں کہ اب کیا پیغام ملتا ہے۔ مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں کسی کو ایسے ہی ڈھونڈ رہی ہیں جیسے بھرے مجمعے میں کوئی شخص کسی کی کھوج میں ہو اور اس کو تلاش کر رہا ہو۔

جب چاروں طرف نظریں گھمانے کے باوجود بھی مطلوبہ شخص نظر نہ آئے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کر ڈالا فلاں انصاری صحابی کہاں ہیں؟ کسی سے تسلی بخش جواب نہ ملا تو اپنے ایک جانثار کو تلاش کرنے کے لیے بھیجا۔ ڈھونڈنے والے نے شہداء میں تلاش کیا، نہ ملے۔ پھر زخمیوں میں تلاش کیا مگر وہاں بھی نہ ملے تو نام لے کر پکارا اور کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تلاش کے لیے بھیجا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکے قاصد کی آواز کانوں میں پڑی تو ایک طرف سے ہلکی سی آواز آئی۔ صحابی رسول وہاں پہنچے تو دیکھا چار لاشوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور زندگی کے آخری سانس لے رہے ہیں۔

انہوں نے نیچے سے نکالا، تو قاصد رسول کو دیکھ کر کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی آپ کو میری طرف سے اس بھی بہتر بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی کو اس کے کسی امتی کی طرف سے عطا فرمایا ہو۔

اور میری قوم کو میرا پیغام دے دینا کہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی باقی رہی تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ اتنا کہا اور شہادت کے

مرتبے پر فائز ہوگئے۔

عزیز قارئین ! یہ تھے میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار انصاری صحابی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے لڑتے رہے، انتہاء سے زیادہ زخمی ہوئے، زندگی کے چند لمحے باقی ہیں، ان میں بھی اپنے علاج کا نہیں سوچا، بیوی بچوں کا نہیں سوچا کہ میرے جانے کے بعد ان کا خیال رکھنا۔ اگر فکر ہے تو صرف آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ اور جاتے جاتے بھی اپنی قوم کو پیغام دے گئے کہ مرتے مرجانا مگر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی میلی آنکھ کو مت اٹھنے دینا ورنہ تم کبھی سرخرو نہیں ہوسکو گے۔

آج ہمارے امتحان کا وقت ہے۔ حضرت سعد بن ربیع کا پیغام بار بار کانوں کی کھڑکیوں پہ دستک دے رہا ہے۔ ہمارے ضمیر کو جھنجوڑ رہا ہے کہ تم کاہے کے مسلمان ہو؟ تمہارے جیتے جی بھی آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہو رہی ہے۔ تم مر کیوں نہیں جاتے۔ تمہاری جوانیاں کس کام کی ہیں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ کوئی متاعِ عزیز ہے۔ یاد رکھو اگر تم نہ اٹھے، تم بیدار نہ ہوئے، تمہاری بے ضمیری میں زلزلہ نہ آیا تو خدا کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ میرے رب کو سب سے زیادہ کوئی چیز عزیز ہے تو وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہیں جن کے ادب اور عظمت کو برقرار رکھنے کے لیے میرے رب نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی کہہ دیا تھا "**ان تحبط اعمالکم، وانتم لا تشعرون**" مسلمانو ووو! خدارا بیدار ہو جاؤ۔ گنبد خضری کی جالیاں تمہیں آواز دے رہی ہیں۔ اپنے مرقدوں میں لیٹی امہات المؤمنین تمہیں پکار رہی ہیں خدا کے لیے بیٹے ہونے کا حق ادا کر دو اور گستاخ رسول کی نیندیں حرام کردو۔

میری قوم کو میرا پیغام دے دینا کہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی باقی رہی تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

مخصوص صلاحیت رکھنے والے صحابہ کرامؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نسب دانی میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ حق گوئی، عدالت اور فراست میں مشہور تھے۔

حضرت عثمانؓ کی سخاوت بہت مشہور ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہادری و شجاعت کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو امین الامت کہا جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ سیاست کے امام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فقاہت میں امامت کے مرتبے پر فائز ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ قرات قرآن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیر قرآن کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کو شاعر رسول اکرم ﷺ کہا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مالداری میں مشہور ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کو ہزاروں احادیث مبارکہ ازبر تھیں۔

حضرت ثابت بن قیسؓ کو خطیب رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو راز دار پیغمبر ﷺ کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ رسول اللہ ﷺ کے جانشین کہلاتے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل تھے۔

حضرت نعمان بن نشیرؓ رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتے تھے۔

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

میاں محمود الحسن بالاکوٹی

★★★

جامعہ اشرفیہ لاہور میں میرا پہلا سال تھا۔ ایک نظریاتی کارکن ہونے کے ناطے میں بھی اپنے ہم مشن اور ہم سفر دوستوں کی تلاش میں تھا۔ ایک دن جمعرات کو اسباق سے فارغ ہوا تو ایک دوست نے کریم پارک میں ایک تربیتی نشست کی دعوت دی۔ چنانچہ اس دوست کے ہمراہ مقررہ مقام پر پہنچا۔ تربیتی نشست سے ایک خوش گفتار نوجوان مخاطب تھا۔ بیان کے بعد علیک سلیک اور تعارف ہوا۔ نوجوان نے بتایا کہ ہم نے نظریاتی دوستوں کو مربوط رکھنے کے لیے لاہور کی سطح پر ایک نظم بنا رکھا ہے۔ جس کے تحت ہم ہر ماہ مختلف علاقوں میں سکول و کالج اور مدارس کے طلبہ کو نظریاتی و فکری اور عملی تربیت کے لیے جمع کرتے ہیں۔ طلبہ کی ایک کثیر تعداد نظریاتی محاذ پر ہماری ہمسفر ہے۔ سنی نوجوانوں کو نظریاتی و فکری محاذ پر جمع کرنے والے نوجوان کو دنیا ''قمر الزمان چوہدری'' کے نام سے جانتی ہے۔ شاید ارئین اس حقیقت اور دکھ کا ادراک نہ کر سکیں جو قمر بھائی کے ساتھ ''مرحوم'' کا لاحقہ لکھتے ہوئے محسوس ہو رہا ہے۔

قمر بھائی سے راقم کا تقریباً پندرہ سالہ تنظیمی، نظریاتی اور برادرانہ تعلق تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس نوجوان سے مختصر وقت میں بہت بڑا کام لیا۔

نگاہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر، میر کارواں کے لیے

چونکہ میرا 1995ء سے ادب وتحریر اور صحافت سے تعلق ہے۔ اور قمر بھائی بھی تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کے میدان کے شاہسوار تھے۔ اس لحاظ سے دوستی اور تعلق میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

2002ء میں قمر الزمان چوہدری کی سربراہی میں قدیم نظریاتی و فکری احباب نے ملکی سطح پر ایک ایسی طلبہ تنظیم کے حوالے سے طویل مشاورت کی کہ جو تنظیم مسلم نوجوانوں کو علمی میدانوں میں اور عملی ماحول میں فکری و نظریاتی اسلحہ سے لیس کر سکے۔ ہمارے عصری اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والے جہاں ایک طرف بہترین ڈاکٹر، قابل انجینئر اور باصلاحیت انتظامی افسر ہوں وہاں ساتھ ساتھ عقیدہ و عمل کے لحاظ سے بہترین مسلمان بھی ہوں۔ اسی طرح دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ، مدرس و مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ ملک میں درپیش فکری چیلنجوں کا بھی ادراک اور مقابلہ کر سکیں۔

چنانچہ ملک کے طول وعرض میں اس حوالے سے مشاورتی اجلاس ہوئے۔ اور بالآخر 11 جنوری 2002ء کو ''مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان'' کے نام مسلم طلبہ کی

ایک تنظیم معرض وجود میں آئی۔ نوآموز مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کو ابتداء سے ہی بہت سے محاذوں پر بیک وقت کام کرنا تھا۔ ساتھ ساتھ دیگر طلبہ تنظیموں کی آنکھ مچولی کا بھی سامنا تھا۔ وہ تنظیمیں سیاسی جماعتوں کے ذیلی گروہ ہونے کی وجہ سے اثرورسوخ اور انتظامی و مالی وسائل سے بھی مالا مال تھیں۔

جب کہ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن سیاسی وانتظامی پشت پناہی نہ ہونے کے باعث تہی دست وداماں تھی۔ مگر بانی جماعت قمرالزمان چوہدری اور ان کے رفقاء کے اخلاص، بھرپور عزم اور عقائد ونظریات کی پختگی کی وجہ سے مشکلات کے بادل تھمتے چلے گئے۔ پچاس پچاس سالہ تاریخ رکھنے والی سٹوڈنٹس ملک بھر میں ایسا مضبوط نظم قائم نہ کر سکیں جو ایم ایس او بیس برس میں کر چکی ہے۔ عقائد ونظریات میں پختگی کے لیے ٹھوس اور مستند علمی مواد انتہائی ضروری ہے۔ کھوکھلے نعروں سے کوئی تنظیم اور تحریک منزل نہیں پاسکتی۔ چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قمرالزمان چوہدری مرحوم نے مکتبہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ جس کے تحت عقائد ونظریات، تاریخ اسلام اور تحفظ ختم نبوت و ناموس صحابہؓ کے عنوان پر مستند کتب شائع کی جاتی تھیں۔

> جب مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن سیاسی وانتظامی پشت پناہی نہ ہونے کے باعث تہی دست وداماں تھی۔ مگر بانی جماعت قمرالزمان چوہدری اور ان کے رفقاء کے اخلاص، بھرپور عزم اور عقائد ونظریات کی پختگی کی وجہ سے مشکلات کے بادل تھمتے چلے گئے۔ پچاس پچاس سالہ تاریخ رکھنے والی سٹوڈنٹس ملک بھر میں ایسا مضبوط نظم قائم نہ کر سکیں جو ایم ایس او بیس برس میں کر چکی ہے۔

بانی ایم ایس او قمرالزمان چوہدری مرحوم ایک سنجیدہ، باوقار، باکردار، ہردم سرگرم اور ایک متحرک نوجوان قائد تھے۔ جنہوں نے اپنے پیشرؤوں کی سرپرستی میں بے سروسامانی کے عالم میں ایک نوآموز تہی دست وداماں تنظیم کو عروج وکمال بخشا۔

جس زمانے میں قمر بھائی روزنامہ اسلام لاہور میں سب ایڈیٹر کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ راقم اسلام آباد تھا، قمر بھائی نے راقم کو اپنے ساتھ سب ایڈیٹر کے طور پر متعین کرایا۔ رانا فیصل عزیز، قمر بھائی اور راقم کی تکون تنظیمی تجربے کی وجہ سے روزنامہ اسلام کے بانی ملازمین پر حاوی تھی۔ نقیب طلبہ اور اس سے قبل کچھ علاقائی رسائل کے ذریعے طلبہ کی رہنمائی میں میرے ساتھ قمر بھائی کے علاوہ تنویر الحسن، عمر اعوان اور عبدالستار اعوان صاحب کی انتھک محنت شامل ہے۔

قمر بھائی کی مختصر اور بھرپور مصروف زندگی جہاں قابل رشک ہے، وہاں ایم ایس او کے کارکنان کے لیے مشعل راہ ہے۔ کیسے قلیل عرصے میں بہت سے انفرادی معاملات و مسائل کے ساتھ ساتھ تحریکی و تنظیمی امور سرانجام دیے۔ قمر بھائی کو مکین جنت ہوئے سات برس بیت چکے مگر زخم اور غم کل کی طرح تازہ ہے۔

اک عمر کا ساتھی چھوٹا ہے، مدت کا سہارا ٹوٹا ہے
دل ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہرے گا، صبر آتے آتے آئے گا

حضرات صحابہ کرام پر لکھی جانے والی کتابوں کا مختصر تعارف نامہ

ابن الحسن عباسی

اللہ جل شانہ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ رفاقت کے لیے جن خوش نصیب ہستیوں کا انتخاب کیا وہ کائنات میں انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔ انھیں اس سعادت کی بدولت بخشش کا پروانہ دیا گیا اوران اوصاف سے نوازا گیا جو کائنات کی سب سے بہترین ہستی کی رفاقت پانے والوں کے شایان شان ہو۔ ایمان، اخلاص ، وفا ، اتباع ، ایثار ، عمل ، کردار ، جاںنثاری ، پلٹنا ،جھپٹنا ، جینا اور مرنا...یعنی سب کچھ اشارہ آبروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کرنے والے وہ مردان خدامست و خودآگاہ، پیغمبرانہ تعلیمات کے علم بردار اور خدائی صداقتوں کے امین۔ جانباز صحابہ جن کی جہاد زندگانی کی لازوال قربانیوں کی بدولت آج دین اسلام اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود ہے۔ ان رجال باصفا سے عشق ومحبت اللہ کا تحفہ اور قدرت کی طرف سے قابل رشک نصیبہ ہے، جسے نصیب ہو اس پر شکر کرو، اور جتنا کرے کم ہے!!

حضرات صحابہ کے تعارف اور زندگی پر سب سے پہلے کتاب امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھی ہے، ''اسامی الصحابہ'' کے نام سے، اس کے بعد اپنے اپنے زمانہ میں علماء، محدثین اور سوانح نگار اس موضوع پر لکھتے رہے ہیں۔ تیسری صدی ہجری میں مشہور مورخ خلیفہ بن خیاط ، ابو بکر بن ابی خیثمہ اور ابن سعد نے لکھا۔ چوتھی صدی ہجری میں امام بغوی، ابن شاہین، ابن حبان ، طبرانی ، ابن قانع اور ابن مندہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ پانچویں صدی ہجری میں ابونعیم اصفہانی، علامہ ابن عبدالبر اور چھٹی صدی میں ابن عساکر نے صحابہ کے تعارف اور سوانح پر کتابیں لکھیں۔

لیکن اس موضوع پر سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت تین کتابوں کو حاصل ہوئی، ایک علامہ ابن عبد البر کی الاستیعاب ، دوم، علامہ ابن اثیر کی اسد الغابہ اور سوم حافظ ابن حجر کی الاصابہ، ان تینوں کتابوں کے اردو تراجم ہو چکے ہیں۔

ابن عبد البر کی تین کتابوں نے انھیں دوام بخشا ، ایک موطا امام مالک کی شرح التمہید دوسری کتاب علم کے آداب وفضیلت پر جامع بیان العلم وفضلہ اور تیسری کتاب الاستیعاب فی اسماء الاصحاب اس کتاب میں ساڑھے تین ہزار صحابہ کا تذکرہ ہے۔ یہ قرطبہ کی یادگار ہیں، مسلمانوں کی شاندار تاریخ کا مدفن اور علمی میراث کا امین۔ وہ جو کسی نے کہا تھا۔

وہاں کی فضاؤں میں پوشیدہ
تیری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں

خاموش اذانیں ہیں تیری باد سحر میں!

اندلس ہی کے چھٹی صدی ہجری کے ایک عالم ابن فتحون نے استیعاب کا ذیل وضمیمہ لکھ کر اس پر کافی اضافہ کیا۔

دوسری کتاب اسد الغابہ ہے جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور مورخ علامہ ابن اثیر نے لکھی ہے اور اس میں انھوں نے سات ہزار پانچ سو چون صحابہ کا تذکرہ کیا ہے ،علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تجرید کی ہے اور اس پر اضافہ کیا ہے۔

تیسری کتاب نویں صدی ہجری کے شہرہ آفاق مصنف ، شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ہے، انہوں نے اس موضوع پر سابقہ تمام کتابوں کو سامنے رکھ کر الاصابہ کے نام سے حضرات صحابہ کے حالات و واقعات پر شان دار کتاب لکھی جو اس وقت اس موضوع پر ایک بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، انہوں نے آٹھ سو نو ہجری میں اس کتاب کا آغاز کیا اور آٹھ سو سینتالیس میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا یعنی چالیس سال کا عرصہ انھوں نے اس کی تالیف میں لگایا ، اس میں انھوں نے بارہ ہزار چار سو چھتیس صحابہ اور صحابیات کا ذکر کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ تعداد اصل صحابہ کے دسویں حصے کے برابر بھی نہیں ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجہ الوداع کے موقع پر صحابہ کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی!!

اردو زبان میں دار المصنفین نے سیر الصحابہ کے عنوان سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعارفی سلسلہ شروع کیا تھا جو گیارہ جلدوں میں شائع ہوا ، جس کا اکثر حصہ شاہ معین الدین ندوی نے لکھا ہے۔ مولانا یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کی حیات الصحابہ بہت عام ومقبول ہے، انہوں نے اس کتاب میں حضرات صحابہ کی اخلاقی زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے ۔ عبدالرحمن رافت پاشا کی صور من حیاۃ الصحابہ بھی اسی طرح کی کاوش ہے ، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاق ، دنیا سے بے رغبتی ، خوف آخرت اور ایثار و قربانی کے واقعات کو بطور خاص اس میں جمع کیا ہے ۔ طالب ہاشمی مرحوم نے بھی اپنے عام فہم اسلوب میں سینکڑوں صحابہ و صحابیات کے حالات پر مختلف کتابیں لکھیں۔ ''کاروان جنت'' کے نام سے علامہ عبداللہ احمد پوری نے ان ایک سو تیس صحابہ کے حالات لکھے جو مبشرین فی الجنۃ تھے یعنی جن کو دنیا ہی میں ، زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی خوش خبری دی گئی۔

برادرم مولانا جمیل الرحمان عباسی نے '' وہ پروانے محمد کے'' ، کے نام سے شمع رسالت پر جان کے نذرانے کو اپنی نجات وسعادت کا ذریعہ سمجھنے والے پچاس کے قریب صحابہ کرام کا تذکرہ کیا اور یوں انہوں نے بھی اپنا نام ''خریداران یوسف'' میں شامل کر دیا ہے۔

حاصل ان سب کتابوں اور تحریروں کا یہ ہے کہ نور نبوت سے براہ راست فیض حاصل کرنے والے حجاز مقدس کے یہ سعادت مند ، ایمان کا معیار اور رسالت کا حسن ہیں ، جہالت کی شب ظلمت ،میں صبح کے تارے اور گمراہی کے گھپ اندھیاروں میں ہدایت کے نجوم و ستارے ہیں۔ جن کی زندگیاں ، آج کی زوال پذیر امت مرحومہ کے ماضی کی دلکش داستاں ہیں۔ ایک ایسی داستاں جس کا آغاز فاران کی چوٹیوں سے ہوا اور رفعت افلاک ، آج تک اس کی تکبیر مسلسل سے گونج رہی ہے:

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح وشام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو!

حالیہ سیلاب اور مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کا کردار

راجہ وسیم صدیقی
ناظم دفتر ایم ایس او پاکستان

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان دینی اور عصری تعلیمی اداروں میں یکساں مقبولیت رکھنے والی واحد نمائندہ طلبہ تنظیم ہے۔ ایم ایس او اقبال کے شاہینوں کی وہ جماعت ہے جس کے نوجوان ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا حوصلہ اور شاہین کی طرح پرواز کا انتھک جذبہ رکھتے ہوئے سوئے منزل گامزن ہیں۔

ایم ایس او پاکستان کی قیادت اور کارکنان نے اپنے کردار و عمل سے ہر تاثر غلط ثابت کر دیا ہے کہ اس دور میں نوجوان فقط قلم و قرطاس میں ہی غرق ہوتے ہیں یا غلط ہاتھوں کے ہتھے چڑھ کر قوم کے مستقبل کو تباہ کرتے ہی نظر آتے ہیں۔ جی ہاں یہ تاثر بھی دریا بُرد کر دیا ہے کہ نوجوان فقط گفتار کے غازی ہوتے ہیں۔ تخیلات کے بلند مینار تعمیر کر کے صرف لفظوں کے نشتر ہی چلانا جانتے ہیں۔

نہیں بلکہ ایم ایس او پاکستان کی قیادت اور کارکنان نے کردار کے غازی بن کر لفاظی اور زبانی جمع خرچ کو ترک کر کے عملی کام کو ترجیح دی۔ میدان میں کھڑے ہو کر قوم کے نوجوانوں کی فکری آبیاری کے ساتھ ساتھ عملی جدوجہد کو اپنا شعار بنایا۔

ایم ایس او پاکستان میں شامل مدارسِ عربیہ اور عصری تعلیمی اداروں کے نازک اندام نوجوانوں نے اپنی عبقری صفت قیادت کے ساتھ مل کر حالیہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں امدادی سرگرمیاں بخوبی سرانجام دیں۔ بے سروسامانی کے عالم میں طلبہ تنظیم ہونے کے ناطے وسائل کی قلت کے باوجود آفت زدہ علاقوں میں دور دراز پہنچ کر خیمہ بستیوں کا قیام عمل میں لایا۔ مکاتب اور درسگاہیں قائم کر کے تعلیمی سلسلے کو بحال کیا۔

ایم ایس او کے ابابیلوں نے مظفر آباد سے پشاور تک، بٹگرام سے ڈیرہ اسماعیل خان تک، راجن پور سے سندھ کے دیہاتی علاقوں تک، سکھر سے بلوچستان کے متاثرہ علاقوں تک، اسلام آباد سے ٹوبہ ٹیک سنگھ، لاہور، رحیم یار خان، کراچی، فیصل آباد، ساہیوال، خانیوال، ہری پور اور نوشہرو فیروز سمیت ملک کے اکثر اضلاع میں ریلیف کیمپ قائم کیے۔ لوگوں کی امانتیں لے کر ہر اس جگہ پہنچے جہاں پہنچنا ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور تھا۔

تونسہ:

الحمدللہ! پہلا قافلہ امدادی سامان لے کر سالار قافلہ قائد طلبہ برادرم سردار مظہر صاحب، رانا ذیشان صاحب امیر شوریٰ اور ناظم پنجاب بلال ربانی کی قیادت میں تونسہ راجن پور کی بستیوں میں پہنچا۔

جنوبی پنجاب:

فاضل پور، جام پور کے دور افتادہ علاقوں میں کشتیوں اور گدھا گاڑیوں پر سامان لاد کر مستحقین کو فراہم کیا گیا۔ایک سو خیموں کی بستی قائم کر کے ایک دفعہ پھر ایم ایس او کی انفرادیت کو قائم کیا۔راشن،نقدی اور دیگر ضروریات بھر پور انداز سے پہنچائی۔سب سے بڑھ کر یہ کہ بچوں کی تعلیم کے لیے مکتب ابی ہریرہؓ اور نماز کے لیے جائے نماز صدیق اکبرؓ بھی قائم کیے گئے ۔اور جماعت کے امیر شوریٰ اور ناظم اعلیٰ کئی دن تک بھوک پیاس اور دیگر تکالیف برداشت کر کے بذاتِ خود ریلیف مکمل کر کے واپس لوٹے۔

ڈیرہ اسماعیل خان:

اسی طرح ڈیرہ اسماعیل خان کے متاثرہ علاقوں میں مرکزی رہنما اعزاز الحق عباسی اور برادرم حنیف خان کی قیادت میں لاکھوں کا سامان اور نقدی بھی بھیجی گئی، جس میں ایم ایس او مری کے ذمہ دار بھائی سمیع اللہ اور لقمان عباسی اور کارکنان کی انتھک محنت اور کاوش بڑی نمایاں رہی۔ڈیرہ میں فری میڈیکل کیمپ بھی قائم کیا گیا جہاں مفت چیک اپ اور فری ادویات کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔ پانچ سو کے قریب افراد کو روزانہ پکا پکایا کھانا بھی پہنچایا گیا جس کی نگرانی عمران معاویہ صوبائی ناظم کر رہے تھے۔

> **ایک مسلمان کی بنیادی ضرورت تعلیم کو بھرپور انداز میں پورا کرنے کے لیے ایم ایس او پاکستان کے قائد سردار مظہر صاحب دن رات جماعت کے لوگوں کو متحرک رکھے ہوئے ہیں۔راجن پور میں ''مکتب ابی ہریرہؓ'' کے ساتھ ساتھ ابتدائی طور پر کوہستان کے 50 یتیم بچوں کی مکمل کفالت اور تعلیم کا خرچ ایم ایس او نے اپنے ذمے لے رکھا ہے جس کو بہرحال قائم رکھا جائے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھایا جائے گا۔**

کوہستان:

اسی انداز میں کوہستان میں کئی ٹرکوں پر مشتمل قافلہ قائد طلبہ کی قیادت میں روانہ کیا گیا جس میں امیر شوریٰ رانا ذیشان صاحب، بلال ربانی ناظم پنجاب اور راقم الحروف سمیت ناظم کشمیر ثاقب گوہر، برادرم ثاقب شاہین ،راجہ عبید، بلال عباسی ،نذیر قریشی، عبدالسلام عباسی ،اور کاشف خان ایبٹ آباد سے شامل تھے۔

کوہستان میں ریلیف آپریشن سب سے مشکل مرحلہ تھا جس کی وجہ سنگلاخ پہاڑی علاقہ اور دور دراز کا پیدل سفر ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے مشکل کام مستحقین اور متاثرین کو تلاش کرنا تھا جو بحمداللہ ایم ایس او کی قیادت نے کمال مستعدی اور جانفشانی سے مکمل کیا۔

بلوچستان:

کراچی سے بھائی عمر فاروق (معاون ناظم اعلیٰ) کی قیادت میں بلوچستان کے متاثرہ علاقوں ضلع جعفر آباد،

اوستہ محمد اور نصیر آباد کے علاقوں میں نقدی راشن اور دیگر ضروریات زندگی لوگوں کو پہنچائی گئی ۔

سندھ کے دورافتادہ علاقے:

صوبہ سندھ کی سیلاب سے تباہی باقی جگہوں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ایم ایس او سندھ کے ناظم عمر فاروق عباسی (ایڈووکیٹ) نے اپنی ٹیم برادر محمد عثمان تھیم برادر محمد علی خان زادہ اور نوشہرہ فیروز کے کارکنان اور دیگر دوستوں کو ساتھ ملا کر مسلسل امدادی سرگرمیوں میں شب و روز وقف کیے ہوئے ہیں۔نقدی کے علاوہ، خیمہ ترپال، مچھر دانیاں اور میڈیسن فری تقسیم کی جارہی ہیں۔ایم ایس او نوشہرو فیروز کے زیر انتظام روزانہ ہزاروں لوگوں کے لیے کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے اور الحمد للہ مصیبت میں پھنسے غربت کے مارے لاچار و مجبور لوگ بھرپور فائدہ اٹھارہے ہیں۔

سکھر:

پنجاب سے سابق ناظم اعلیٰ محمد احمد معاویہ کی قیادت میں برادرم عبد الروف (ناظم تربیتی امور) ایم ایس او پاکستان کے ساتھ صوبائی رہنما عمر سلطان، عمر فاروق ٹوبہ اور دیگر دوستوں پر مشتمل قافلہ کئی بار متعدد لڑکوں پر مشتمل امدادی سامان لے کر راجن پور کے علاقہ میں پہنچا۔اسی طرح سکھر کے دیہاتوں اور لاڑکانہ کے سیلاب زدہ علاقوں میں بھی محترم احمد معاویہ صاحب ، برادر عبدالرؤف اور ان کے دیگر ساتھیوں نے ریلیف آپریشن میں حصہ لیا۔ احمد معاویہ صاحب اور عبدالروف بھائی کی خصوصیت یہ ہے کہ قائد طلبہ کے حکم پر صرف ایک بار سامان پہنچا کر خاموش نہیں ہوے بلکہ متعدد بار متاثرہ علاقوں میں گئے اور لوگوں کے دکھ بانٹے۔

خیبر پختونخواہ:

خیبر پختون خواہ کے علاقے دیر میں قائد طلبہ برادرم سردار مظہر صاحب کی قیادت میں بھرپور قافلہ سامان و نقدی کے ساتھ ریلیف میں کئی دن تک مصروف رہا جس میں رانا ذیشان صاحب نے دیگر امداد کے ساتھ ساتھ مسلم ایجوکیشنل سسٹم کے تحت باقاعدہ کتابیں، قرآن پاک اورضروری سامان خرید کر درسگاہ قائم کی۔جس کے تحت متاثرہ لوگوں اور غریبوں کے بچوں کو مفت تعلیم فراہم کی جارہی ہے جس کی نگرانی مولانا عبیداللہ صاحب کررہے ہیں۔

ایم ایس او پاکستان ریلیف کے سلسلے کو جاری و ساری رکھے گی۔ان شاءاللہ ۔اپنی بساط کے مطابق مصیبت زدہ لوگوں کو تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔اور ایک مسلمان کی بنیادی ضرورت تعلیم کو بھرپور انداز میں پورا کرنے کے لیے ایم ایس او پاکستان کے قائد سردار مظہر صاحب دن رات جماعت کے لوگوں کو متحرک رکھے ہوئے ہیں۔ابتدائی طور پر 50 یتیم بچوں کی مکمل کفالت اور تعلیم کا خرچ ایم ایس او نے اپنے ذمے اٹھا رکھا ہے جس کو بہرحال قائم رکھا جائے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھایا جائے گا ان شاء اللہ۔

اللہ تعالی ہم سب کا حامی و ناصر ہو

میرا عزم اتنا بلند ہے مجھے پرائے شعلوں کا ڈر نہیں
مجھے ڈر ہے آتش گل سے کہیں یہ چمن کو جلا نہ دے

سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا

مولانا محمد نافع

خواتین نے اسلامی خدمات کی خاطر بڑا عمدہ کردار ادا کیا اور اضطراری حالت میں معاونت کی خاطر مسلمان مردوں کے ساتھ جنگوں میں بھی شمولیت کی۔ اسی طرح دینی ضرورتوں کے لیے حضرت ہندؓ بنت عتبہ نے بھی امتیازی خدمات سرانجام دیں۔ آئندہ سطور میں حضرت ہندؓ کے مختصر حالات تحریر کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ بعض لوگ ان پر ناروا اعتراضات قائم کرتے ہیں اور ان کو ہتک آمیز و نازیبا کلمات کے ساتھ یاد کرتے ہیں جو سراسر ناانصافی پر مبنی ہے۔ ان کا یہاں تذکرہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان پر ہونے والے بیجا اعتراضات کا حتی المقدور جواب ہو جائے، ان کو خواتین اسلام میں جو مقام حاصل ہے وہ واضح ہو سکے اور ترویج دین کے لیے جو ان کی مساعی ہیں وہ عوام اور اہل اسلام کو نمایاں طور پر معلوم ہو سکے۔

ان کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہے۔ یہ امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی والدہ محترمہ ہیں۔ قبول اسلام سے قبل سیدہ ہندؓ اسلام کے ساتھ کھلم کھلا عداوت رکھتی تھیں۔ لیکن جب اللہ تعالی نے ان کی قسمت کا رخ بدلا اور فتح مکہ ہوئی تو اس موقع پر اپنے خاوند کے اسلام لانے کے ایک دن بعد حضرت ہندؓ ایمان لائیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت انسان اسلام لے آئے تو گزشتہ چیزیں سب معاف ہو جاتی ہیں۔ (ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ) اس آئین اسلامی کی رو سے ہند بنت عتبہ کی بھی سب سابقہ خطائیں معاف ہو گئیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اسلام لانے کے بعد سیدہ ہندؓ اپنے دین پر نہایت مستقیم رہیں اور ان کا اسلام انتہائی پختہ تھا۔

قبول اسلام کے بعد سیدہ ہند

نے اپنے گھر میں پڑے بت کو یہ کہہ کہہ کر کلہاڑی سے پاش پاش کر دیا کہ تیری وجہ سے ہم دھوکے میں پڑے ہوئے تھے اور فریب خوردہ تھے۔

قبول اسلام کے بعد سیدہ ہند

ؓ نے بھی باقی عورتوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انتہائی فصیح کلام میں بات چیت کی۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے روز ہندؓ بنت عتبہ آئیں اور عرض کرنے لگیں، ''یارسول اللہ! آج سے پہلے زمین پر کوئی ایسا گھرانہ نہ تھا جو میرے نزدیک آپ کے گھرانے سے زیادہ ناپسندیدہ ہو مگر آج صفحہ ہستی پر آپ کے گھرانے سے زیادہ مجھے کوئی گھرانہ عزیز اور محبوب نہیں ہے۔ تو اس کے جواب میں سردار دوعالم ﷺ نے حضرت ہند کو خطاب

کرتے ہوئے فرمایا اور حلف کے ساتھ اس کی تصدیق کی کہ تو ابھی مزید اس میں بڑھے گی یعنی ایمان مزید پختہ ہوگا اور تیری محبت اللہ اور رسول کے حق میں مزید ہوگی"۔

جنگ یرموک میں جس طرح مسلمانوں نے اپنے کارنامے پیش کیے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ سیدنا ابوسفیانؓ کا پورا خاندان اس جنگ میں پیش پیش تھا۔ سیدہ ہندؓ مجاہدین کو رومیوں کے خلاف لڑنے پر ترغیب دے رہی تھیں اور ابھار رہی تھیں۔ مسلمانوں کو جوش دلانے کے لیے فرماتی تھیں "اے مسلمانو ان غیر مختونوں کو اپنی تیغوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو"۔

صحابہ کرامؓ میں حضور ﷺ کے فرامین کو نقل کرنے کا رواج عام تھا۔ اور صحابہ کرامؓ آپ کے اعمال کو دوسروں سے بھی نقل کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ہندؓ کا حدیث نقل کرنا اور ان سے صحابہؓ کا نقل کرنا بھی محدثین کے ہاں ثابت ہے۔

چند گزارشات:

حضرت ہندؓ بنت عتبہ کے متعلق مختصر طور پر ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ جو سابقہ عنوانات کے خلاصہ کے طور پر حاضر خدمت ہیں۔

(۱) حضرت ہندؓ کی رشتہ داری کا تعلق جناب رسالت ماب ﷺ کے مبارک خاندان سے یہ ہے کہ ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان ام المؤمنین ہیں۔ اور ام حبیبہؓ کے والد سیدنا ابوسفیانؓ حضرت ہندؓ کے شوہر ہیں۔

(۲) حضرت ہندؓ قبیلہ قریش کی سردار اور عقل مند عورتوں میں سے تھیں۔ اور اپنے قبیلے کی خواتین میں ایک نمایاں حیثیت کی حامل تھیں۔

(۳) قریش مکہ کی باعزت خواتین کے ساتھ مل کر مشرف با اسلام ہوئیں اور ان کا اسلام منظور و مقبول ہوا۔ اور سابقہ خطاؤں کی معافی کا سامان ہو گیا۔

(۴) ایمان و اسلام کی روشنی سے جب ہندؓ بنت عتبہ کا قلب منور ہوا تو خود تراشیدہ خداؤں کو اپنے ہاتھوں سے ریزہ ریزہ کر ڈالا اور مسئلہ توحید کی اپنے کردار و عمل سے تصدیق کی۔

(۵) پھر رسالت ماب ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور ان کو آنجناب ﷺ کی جانب سے مرحبا کا اعزاز نصیب ہوا اور خوش آمدید کے کلمات سے سرفراز ہوئیں۔

(۶) نبی کریم کی خدمت اقدس میں انہوں نے بڑے اخلاص کے ساتھ اظہار مودت کیا۔ اور ان کو جواب میں ازدیاد محبت کی بشارت حاصل ہوئی۔

(۷) پھر ان کو دیگر خواتین کی معیت میں بیعت نبی کا شرف حاصل ہوا۔ یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور اخروی نجات کے لیے بہترین زریعہ ہے۔

(۸) بیعت کے بعد ان کو اپنے زوج کے مال سے بقدر ضرورت مصارف کی خصوصی اجازت فرمائی گئی۔

(۹) اسلام کے احیا اور دین متین کی اشاعت کے لیے ان کو اپنے گرانے سمیت اسلامی جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ ان کے اخلاص اور ایمان کی واضح دلیل ہے۔

(۱۰) احادیث نبوی کو نقل کرنا بھی ایک مستقل کار خیر ہے۔ اس میں بھی حضرت ہندؓ بن عتبہ نے حصہ لیا اور اشاعت دین و تبلیغ مذہب کے ثواب میں شامل ہوئیں۔ یہ تمام چیزیں حضرت ہندؓ بنت عتبہ کی دیانت داری و امانت، صداقت و شرافت اور ایمان کی پختگی

کی واضح علامات ہیں۔

اسلام کی ایسی نامور خواتین کو ان کی جاہلی دور کی خطاؤں اور لغزشوں کے پیشِ نظر برے القاب کے ساتھ یاد کرنا اور نازیبا کلمات سے ذکر کرنا مسلمانوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو، ایمان لانے کے بعد برا نام گناہ گاری ہے جو کوئی توبہ نہ کرے وہی ہیں ظلم کرنے والے''۔ (سورہ حجرات) اللہ تعالیٰ نے جب ان کو ایمان کی دولت نصیب فرمائی تو ان کی سابقہ تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا اور جنت کی خوشخبری عطا فرمائی۔

ارشادِ ربانی ہے کہ: ضرور نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ اور ارشادِ نبوی ہے کہ اسلام لانے سے سابقہ چیزیں ختم اور ساقط ہو جاتی ہیں۔

نیز سردارِ دو عالم کا امت کے لیے فرمان ہے کہ: جب میرے صحابہؓ کا ذکر آئے تو اپنی زبان کو روک لو۔ یعنی برائی سے یاد نہ کرو۔

❁❁❁

منقبت

درشان سیدہ ہند

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

از قلم: نادر صدیقی

قحط میں جیسے ہو ساون سیدہ ہندہ کا نام
اجلا کر دیتا ہے جیون سیدہ ہندہ کا نام
صاف اور شفّاف دَرپن سیدہ ہندہ کا نام
روئے روشن، بوئے گلشن سیدہ ہندہ کا نام
ان کی بیعت جب رسولِ ہاشمی نے کی قبول
کیوں نہ لوں میں احتراماً سیدہ ہندہ کا نام
سینہ کوبی پہ اتر آتے ہیں کیوں کچھ نابکار
جب بھی آتا ہے عموماً سیدہ ہندہ کا نام
فاتحِ قبرص کی جس نے پرورش کی ہے وہ ماں
وہ شرافت سے مُعَنوَن سیدہ ہندہ کا نام
جس کے بیٹے نے سبائیت کو مردہ کر دیا
سن کے مر جاتے ہیں دشمن سیدہ ہندہ کا نام
جب بھی کوئی پوچھتا ہے میرا مسلک، میرا دین
کافی ہوتا ہے جواباً سیدہ ہندہ کا نام

❁❁❁

انوکھا سسرالی رشتہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں جلیل القدر صحابی رسول ہیں، اور سسرالی رشتہ میں چار نسبتوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تعلق کے حامل منفرد اور یکتا صحابی ہیں۔ حضرتؓ نے چار شادیاں کیں اور ہر زوجہ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی نہ کسی زوجہ محترمہ کی بہن ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے چار شادیاں کی جن کی ترتیب یہ ہے:

پہلی زوجہ: حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن۔ **دوسری زوجہ:** حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن۔ **تیسری زوجہ:** حضرت فارعہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما جو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن **چوتھی زوجہ:** حضرت رقیہ بنت ہند رضی اللہ عنہا جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

رضی اللہ عنھم وعن جمیع الصحابۃ اجمعینالاصابہ

اور کارواں بنتا گیا

پنجاب:

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن ضلع جھنگ کے زیر اہتمام 06 اکتوبر بروز جمعرات جھنگ سٹی میں بین المدارس ''تحریری وتقریری مقابلے'' کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مختلف مدارس کے طلبہ نے حصہ لیا۔ دونوں مقابلہ جات میں پوزیشن لینے والے طلبہ کو شیلڈ اور کتب سے نوازا گیا۔ مقابلے کے آخر میں مرکزی ناظم تربیتی امور MSO پاکستان برادر عبدالرؤف چوہدری نے شرکاء مقابلہ سے علمی وفکری گفتگو کی۔

تنظیمی دورہ ناظم عمومی ایم ایس او پنجاب:

ناظم عمومی پنجاب برادر علی حیدر نے 09 اکتوبر تا 13 اکتوبر ضلع گوجرانوالہ، سیالکوٹ، شیخوپورہ، فیصل آباد کا دورہ کیا، جس میں ضلعی عاملہ کا اجلاس اور تمام یونٹس کے ذمہ داران سے تنظیمی گفتگو کی اور یونٹس کی کارکردگی چیک کرنے کے ساتھ کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی۔ 12 اکتوبر شیخوپورہ میں تعمیر سیرت طلبہ سیمینار منعقد ہوا جس میں ناظم عمومی پنجاب اور ناظم شیخوپورہ برادر رضوان ایڈووکیٹ شریک ہوئے۔

تربیتی ورکشاپس برائے ذمہ داران:

ضلع ملتان: 10 اکتوبر

مہمان: حیدر معاویہ

معاون ناظم مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پنجاب

ضلع فیصل آباد: 18 اکتوبر

مہمان: برادر حنیف خان مرکز ناظم اطلاعات ایم ایس او پاکستان،

برادر محمد طلحہ معاون اطلاعات ایم ایس او پنجاب

ضلع اسلام آباد: 20 اکتوبر بروز جمعرات

مہمان: برادر اعزاز الحق عباسی مرکزی ناظم مالیات ایم ایس او پاکستان،

برادر بلال ربانی ناظم ایم ایس او پنجاب۔

ضلع رحیم یار خان:

مہمان: برادر عتیق الرحمان معاون تربیتی امور ایم ایس او پنجاب

چیچہ وطنی:

مہمان: برادر عبدالرؤف مرکزی ناظم تربیتی امور ایم ایس او پاکستان،

برادر عمر سلطان ناظم تربیتی ایم ایس او پنجاب۔

ضلع اٹک:

مہمان: برادر اسامہ قریشی معاون عمومی مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پنجاب

شیخوپورہ: 22 اکتوبر بروز ہفتہ

مہمان: برادر عمر مکی ناظم مالیات مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پنجاب۔

ضلع بہاولپور:

مہمان: برادر عتیق الرحمان معاون تربیتی امور مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پنجاب

23 اکتوبر:

منڈی بہاؤالدین:

مہمان: برادر عبداللہ خان

دورہ لاہور و گجرانوالہ ڈویژن:

ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان برادر سردار مظہر اور ناظم اطلاعات پنجاب برادر شرجیل احسن نے 10 نومبر ایوان اقبال لاہور میں ہونے والے ''فکر اقبال طلبہ سیمینار'' کی کامیابی کے لیے 04 روزہ لاہور ڈویژن اور گجرانوالہ ڈویژن کا دورہ کیا۔

دورے کا باقاعدہ آغاز گجرانوالہ سے ہوا۔ گجرانوالہ سٹی میں ضلعی عاملہ کی طرف سے نشست کا اہتمام کیا گیا تھا جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ نے تفصیلی گفتگو کی۔ بعد از نشست ضلعی کا عاملہ کا اجلاس کیا گیا۔

شام 06 بجے سیالکوٹ سٹی میں ایم ایس او سیالکوٹ کی طرف سے نشست کیا اہتمام کیا گیا تھا اس میں شرکت کی گئی اور گفتگو ہوئی۔ سیالکوٹ سٹی کے بعد چونڈہ سٹی میں رات 8 بجے نشست سے ناظم اعلیٰ نے خطاب کیا جس میں کثیر تعداد میں عصری اداروں کے طلبہ نے شرکت کی۔

21 اکتوبر کو ضلع شیخوپورہ کا دورہ کیا گیا۔ شیخوپورہ میں بار کونسل کے زیر اہتمام ''نظام مصطفیٰ سیمینار'' سے ناظم اعلیٰ برادر سردار مظہر نے تفصیلی خطاب کیا۔ جہاں بار کونسل کے سینئر وکلاء نے ناظم اعلیٰ کا استقبال کیا۔ سیمینار کے بعد مختلف سیاسی وسماجی شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بالخصوص وزیر قانون پنجاب جناب خرم ورک صاحب اور مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری علی صابر صاحب کے ساتھ تفصیلی ملاقات ہوئی اور مشیر وزیر اعلیٰ بننے پر مبارک باد پیش کی گئی۔ بعد نماز مغرب تنظیمی نشست سے دونوں مہمانان گرامی نے گفتگو کی۔

22 اکتوبر کو ضلع نارووال کا دورہ کیا گیا۔ نارووال سٹی میں ناظم اعلیٰ MSO پاکستان برادر سردار مظہر نے مختلف کالجز میں سٹوڈنٹس سے علمی وفکری خطاب کیا۔ اور مختلف پروفیسرز سے ملاقاتیں ہوئیں۔

تحصیل شکر گڑھ میں تنظیمی نشست کے ساتھ ساتھ مختلف وکلاء سے ملاقتیں ہوئی۔ شکر گڑھ کے بعد تحصیل ظفر وال میں نشست سے گفتگو کی۔

22 اکتوبر رات لاہور ضلعی عاملہ کا اجلاس کیا گیا۔ 23 اکتوبر کی صبح لاہور کے زیر اہتمام تربیتی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا وہاں گفتگو ہوئی۔

نشست کے بعد جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب سے ملاقات کی گئی اور ان کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ بعد ازاں ضلعی لاہور کی شوری کا اجلاس ناظم اعلیٰ کی زیر صدارت ہوا۔

اجلاس کے بعد مختلف سٹوڈنٹس تنظیموں کے ذمہ داران، صحافی برادری اور مختلف دینی مدارس کا دورہ کیا گیا اور مہتممین کو فکر اقبال طلبہ سیمینار کی دعوت دی گئی۔

صوبہ سندھ:

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے مرکزی ناظم عمومی برادر ارسلان کیانی کا 10 روزہ دورہ سندھ۔

13 اکتوبر 2022 بروز جمعرات کراچی تشریف لائے ،مرکزی ناظم عمومی برادر ارسلان کیانی کے ہمراہ معاون ناظم عمومی برادر عنایت اللہ اور ناظم کراچی برادر ملک اشتیاق صدیق اکبر (شرقی زون) کے زیر اہتمام تقریری مقابلہ میں شرکت کی، اور 14 اکتوبر کراچی ڈویژن کا اجلاس کیا، پھر 15 اور 16 اکتوبر فاروق اعظم (غربی زون) کے تمام یونٹوں کا دورہ کیا اور کالج سرکل کی عاملہ کا اجلاس کیا۔

17 اور 18 اکتوبر کو علی المرتضی (شمالی زون) کے 4 یونٹوں کا دورہ کیا جبکہ 17 اکتوبر کالج سرکل کے زیر اہتمام عبدالحق کیمپس جامعہ اردو میں منعقد عشق مصطفی سیمنار میں شرکت کی اور 19 اور 20 اکتوبر کو عثمان غنی (سینٹرل زون) کے 5 یونٹوں کا دورہ کیا۔

20 اکتوبر کو ہی سینٹرل زون کے زیر اہتمام تقریری مقابلہ میں شرکت کی۔

21 اکتوبر بروز جمعہ نیو سعید آباد ضلع ٹیاری ڈویژن حیدرآباد میں صبح 10 بجے تربیتی نشست کی اور بعد نماز عصر ضلع نوشہرو فیروز ڈویژن نوابشاہ میں منعقد تربیتی ورکشاپ برائے ذمہ داران میں شرکت کی اور اسی روز سندھ عاملہ کا اجلاس ہوا جس کی صدارت کی۔

خیبر پختونخواہ:

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن ہری پور کے زیرِ اہتمام تعمیر سیرت وٹیلنٹ ایوارڈ سیمینار، جس میں مفتی آصف محمود صاحب، قاری نعیم الرحمن ظہیر صاحب، محترم مولانا عبدالسلام صاحب، مرکزی ترجمان ایم ایس او پاکستان برادر محمد حنیف خان، ناظم اطلاعات ایم ایس او خیبر پختونخواہ برادر عدیل ظفیر صاحب، محترم اعجاز قریشی صاحب، محترم خلیل صاحب، کی شرکت اور بہترین کارکردگی پر طلباء میں شیلڈیں اور اسناد تقسیم کیں۔

مانسہرہ:

ایم ایس او ضلع مانسہرہ کے زیر اہتمام تربیتی ورکشاپ برائے ذمہ داران کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی ناظم اطلاعات برادر حنیف خان نے گفتگو کی۔

بقیہ: اداریہ

علامہ محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کے ان فرامین وفکر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مرد قلندر قمر الزمان چوہدری کو اللہ تعالی نے چنا جنہوں نے کچھ عرصہ قبل ایم ایس او کی صورت میں ایک چھوٹے سے پودے کی نیو رکھی جو آج الحمدللہ ایک تن آور درخت کی صورت میں دکھائی دے رہا ہے۔ اس درس گاہ سے نکلنے والا ہر ذرہ خورشید جہاں دکھائی دے رہا ہے۔ اس کی خوشبو نہ صرف وطن عزیز بلکہ پورے عالم میں پھیلتی دکھائی دے رہی ہے۔ اگر امسال دیکھا جائے تو وطن عزیز میں سیلابی صورت حال میں کم وسائل اور افرادی قوت کی قلت کے باوجود جس طرح ایم ایس او کے قائدین و ممبران نے یہ فرض نبھایا ہے وہ قابل تحسین ہی نہیں قابل تقلید بھی ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس شجرہ مبارکہ کی شاخیں عالم میں پھیلائے اور اس کے ثمرات بہت جلد ظاہر فرمائے آمین۔

العظمۃ للہ
MSO

ہم

عظیم طلبہ راہنما | عظیم صحافی | بانی MSO پاکستان

چوہدری قمرالزمان مرحوم

رَحمۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ

یومِ وفات 23 نومبر 2015

کو اُن کی دینی و تحریکی خدمات پر
خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

مُسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

MSO لاہور کے زیر اہتمام

فکرِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

طلبہ سیمینار

بروز جمعرات
10 نومبر
دن 3 بجے

بمقام
ایوان اقبال ہال، ایجرٹن روڈ
لاہور

سیمینار میں مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے مرکزی قائدین کے علاوہ علماء کرام سیاسی و مذہبی جماعتوں کے راہنما، وکلاء، پروفیسرز، تاجر راہنما اور طلبہ تنظیموں کے راہنما شرکت فرمائیں گے

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن لاہور

JOIN ON | MSO Lahore
03045289940,03105842787